

محبت کی نشانی

پروفیسر ڈاکٹر
محمد مسعود احمد



ادارہ مسعودیہ
۶/۲، ۵-ای، ناظم آباد، کراچی سندھ
اسلامی جمہوریہ پاکستان ۱۴۱۸ھ / ۱۹۹۸ء







محبت فی الشانی

پروفیسر ڈاکٹر محمد سجاد احمد

ایم۔ اے ، پی۔ ایچ۔ ڈی



ادارۃ مسعودیہ

۶، ۵-ای، ناظم آباد، کراچی۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان

حقوق طباعت بحق مصنف محفوظ ہیں

کتاب	_____	محبت کی نشانی
مؤلف	_____	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
ناشر	_____	حاجی محمد متین
مطبع	_____	شاہکار پریس، کراچی
طباعت	_____	۱۴۱۸ھ / ۱۹۹۸ء
تعداد	_____	گیارہ سو
قیمت	_____	ساتھ روپے

ملنے کے پتے

- ۱۔ ادارہ مسعودیہ ، ۲/۴ ، ۵۔ ای ، ناظم آباد ، کراچی
- ۲۔ مختار پبلی کیشنز ، ۲۵۔ جاپان مینشن ، ریگل ، صدر ، کراچی
- ۳۔ مدینہ پبلشنگ کمپنی ، ایم۔ اے جناح روڈ ، کراچی
- ۴۔ ضیاء القرآن پبلی کیشنز ، گنج بخش روڈ ، لاہور
- ۵۔ شبیر برادرز ، اردو بازار ، لاہور
- ۶۔ ادارہ مسعودیہ ، المسعود ، ۱۱ مین روڈ ، لاہور

انتساب

- ————— ان متوالوں کے نام
- ————— ان جانثاروں کے نام
- ————— ان فداکاروں کے نام
- ————— جو اس جانِ جاں کی لگن میں دو جہاں سے بے نیازانہ گزر گئے

دو عالم سے کمرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذتِ آشنائی

احقر محمد سعود احمد عفی عنہ



محبت کی نشانی

یہ عطاء ربانی، یہ محبت کی نشانی تمہارے دم کے ساتھ ہے۔
 وہ تمہارے ساتھ رہنا چاہتی ہے مگر تم نہیں رکھتے۔ اپنی جفا دکھو اور
 اس کی وفادار دیکھو! اگر تم رکھنے لگو اور وہ رہنے لگے تو پھر چلتے پھرتے
 کھاتے پیتے، سوتے جاگتے، ہر آن اور ہر گھڑی اللہ کی رحمتیں تمہارے
 ساتھ ہوں۔ زندگی کا کوئی لمحہ ایسا نہ ہو جو ثواب و رحمت سے
 محروم ہو۔ وہ رفیق زندگی، زندگی بھر کی ساتھی ہے۔
 ہاں اس نشانی کو سینے سے لگاؤ کہ یہ اس جانِ جاں کی نشانی ہے
 جس نے افکار و اعمال کے حبیب چہرے دکھا کر محرومِ جمال کو جمال آشنا
 کیا۔ ہاں جمالِ محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اپنے چہرے
 سجاؤ۔ ایک وقت آنا ہے، دنیا سے جانا ہے۔
 قبریں جب وہ تمہارے سامنے ہوں گے اور تم ان کے سامنے کہیں وہ یہ نہ

پوچھ لیں کہ ہم نے کیا کہا تھا اور تم نے کیا کیا؟ — تو ایسا کچھ کر کے جلو
 کہ جب وہ سامنے ہوں، دلِ مضطرِ شرمسار نہ ہو — محبتِ بلا رہی
 ہے — محبت کی پکار سنو! — آؤ محبت کے چراغ
 روشن کرو اور خود چراغِ محبت بن کر عالم کو روشن کر دو — تمہاری
 ایک ایک ادا میں وہ جانِ جاں جلوہ گر ہو اور تم اس کی جلوہ گاہ —!

— احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ —

افسوس کا افسانہ

جھلکیا



۱۹

۱۱

محبت اور تاثیر محبت ————— کشتِ محبت ————— محبتِ رسول
اطاعتِ رسول ————— مقامِ رسول ————— غیرتِ رسول



۲۸

۲۰

تخلیقِ انسان ————— تقاضائے فطرت ————— اقوامِ قدیمہ —————
آیاتِ کریمہ ————— تعمیرِ خالق ————— تعمیرِ انسان —————
حفاظت اور اطاعت —————



۳۲

۲۹

عملِ رسول ————— روایتِ عمر ————— روایتِ علی ————— روایتِ ابوہریرہ
روایتِ بند بن مالہ ————— روایتِ انس ————— روایتِ جابر بن سمرہ ————— (رضی اللہ عنہم)



۳۸

۳۳

ارشادِ رسول اور مشرکین ————— ارشادِ رسول اور مجوس
 ارشادِ رسول اور یہود ————— فرمانِ الہی —————



۴۰

۳۹

سُنّتِ رسول اور دیگر منافع و مقاصد ————— روحانی ————— جمالیاتی
 ————— تمدنی ————— معاشرتی ————— اقتصادی ————— تہذیبی
 ————— طبعی و طبی —————



۴۷

۴۱

فطرت کے باغی اسلام کی نظر میں ————— مرد نما عورتیں، عورت نما مرد
 ————— عورتوں کے مردانہ لباس ————— مردوں کے زنانہ لباس
 ————— مردانی عورت کی رضائے الہی سے محرومی ————— عورت نما مرد
 اور مرد نما عورت پر صبح و شام قہر خداوندی —————



۵۶

۴۸

سنتِ رسول اور یہود و نصاریٰ و مجوس ————— سنتِ رسول اور کفار و مشرکین
 ابلیس کا چیلنج ————— ابلیس کے اطاعت شعار —————
 قرآن کی وعید ————— قرآن کی بشارت و خوشخبری —————



۵۸

۵۷

سنتِ رسول سے گریز و فرار ————— علماء و اُمراء و فقہاء —————
 صحبتِ امراء و بربادیِ علماء ————— خواہشِ نام و نمود و بربادیِ فقہاء —————
 علماء سے بیزاری اور امراء کی بربادی —————



۶۰

۵۹

سنتِ رسول اور فرشتوں کی قسم ————— سنتِ رسول اور فرشتوں کی تسبیح
 سنتِ رسول اور شریحِ قاضی ————— سنتِ رسول اور احنف بن قیس



۶۴

۶۱

مذہبِ حنفیہ اور سنتِ رسول ————— مذہبِ شافعیہ اور سنتِ رسول
 ————— مذہبِ مالکیہ اور سنتِ رسول ————— مذہبِ حنبلیہ اور سنتِ رسول



۸۰

۶۵

بقدرِ ظرف ————— پیمانہ سنت ————— عملِ رسول ————— عملِ صحابہ —————
 عملِ تابعین ————— عملِ تبع تابعین ————— عملِ صالحِ امت —————
 نیتِ مؤمنین اور سنتِ رسول ————— مونچھوں کی تراش خراش —————



۸۵

۸۱

سنتِ رسول اور رواج ————— سنتِ رسول اور اہل عرب —————
 جرمِ محبت و جرمِ شرعیت ————— ایذائے رسول ————— بیزاری رسول —————



۹۲

۸۶

دیدارِ رسول ————— انجام و آغازِ حیات ————— دولتِ حیات —————

رضائے خدا و رسول — احیاءِ سنت — تیرِ محبت —

۹۳ ۱۲ ۹۵

ہنودِ ہند اور فاروقِ اعظم — کرامتِ فاروقی — تاثیرِ محبت —
جاننامیِ ہنود — اطاعتِ رسول اور مسلمان — بیداری اور
اعلانِ بیداری — نعرہٴ مستانہ —

ماخذ و مراجع

۹۹ ————— ۱۰۱

اختتامیہ

۱۰۲ ————— ۱۰۴

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

۱

محبت حیرت انگیز اثر رکھتی ہے ————— اور جب وہ انسان کے
فکر و شعور پر چھا جاتی ہے تو محبوب کے سوا کچھ نظر نہیں آتا ۛ

آئی جوان کی یاد تو آتی چلی گئی
ہر نقشِ ماسوا کو مٹاتی چلی گئی

محبت کی نظر محبوب پر رہتی ہے ————— وہ دیکھتی ہے کہ

محبوب کیا کہہ رہا ہے! ————— محبوب کیا کہہ رہا ہے! ————— جو
وہ کہتا اور کرتا ہے، یہ بھی وہی کہتی اور کرتی چلی جاتی ہے ————— اس
کے دل میں کوئی دوسرہ نہیں آتا ————— تمام اندیشوں سے پاک
مردانہ وار آگے بڑھتی ہے ۛ

حیات کیا ہے؟ خیال و نظر کی مجذوبی

خودی کی موت ہے اندیشہ ہائے گونا گوں

چشمِ عالم نے ایسے حیرت ناک مناظر دیکھے ہیں ————— یہ

محبت ہی کی جلوہ گری تھی کہ ابراہیم (علیہ السلام) نے آگ کو آگ نہ سمجھا

یہ محبت ہی کی کرشمہ سازی تھی کہ اسمعیل (علیہ السلام) نے

جان کو جان نہ سمجھا ————— عقل کہتی ہے یہ کیا ہو گیا؟ ————— محبت

کہتی ہے، یہی ہونا چاہئے تھا، ہاں ۛ

بے خطر کو دپڑا آتشِ نمرود میں عشق

عقل ہے محوِ تماشا ئے لبِ بامِ ابھی

جس طرح کششِ ثقل سے نظامِ عالم برقرار ہے اسی طرح محبت کی کشش سے عالمِ انسانیت قائم و دائم ہے ————— مثالی معاشرے کے لئے ضروری ہے کہ قلب و نظر کا ایک اور صرف ایک مرکز ہو ————— وہی ایک جس کی نظیر نہیں ————— وہی ایک جس کی مثال نہیں ————— مہی میں، نہ حال میں اور نہ مستقبل میں ————— جو اس ایک سے وابستہ ہو گیا وہ در در کی ٹھوکروں سے آزاد ہو گیا ————— یہ وہی تو ایک ہے کہ جب دنیا والے اس کو ٹھکرا رہے تھے تو اُس کا مولیٰ اس کو آفتابِ عالم تاب بنا رہا تھا ————— ہاں وہ افقِ عالم سے آفتابِ ہدایت بن کر اُبھرا اور دیکھتے ہی دیکھتے سارے عالم پر چھا گیا اور اُن کی آن میں گرتی ہوئی قوم کو اس بندی پر لے گیا کہ سارے عالم نے اس کو اُبھرتے چڑھتے اور سرِ فرانہ ہوتے دیکھا ————— ہمارے دلوں میں وہی تھا ————— مگر اب کیا ہو گیا ————— ؟ خلوت خانہ دل میں سب ہی ہیں مگر وہ نہیں ————— تو آؤ خانہ دل کو صاف کریں اور اس کو بسائیں جو بسانے کے قابل ہے ————— یہ وہی ہے جس کی خوشبو سے دو عالم کی فضا میں مہکتی پھیں ————— یہ وہی ہے جس نے ڈوبتی دنیا کو سہارا دیا ————— یہ وہی ہے جس نے اندھیلوں میں اجالا کیا —————

یہ وہی ہے جس نے جاں بلب انسانیت کو زندگی بخشی — یہ وہی ہے جس نے وحشیوں کو جینا سکھایا اور غلاموں کو جہاں آراہ و جہاں بال بستایا — یہ وہی ہے جس نے خود کچھ نہ رکھا، سب کچھ لٹا دیا — جس نے ہماری آسائش کے لئے اپنا آرام تک سچ دیا — ہاں یہ محبوب ل لگانے ہی کے قابل ہے — پیروی و اطاعت ہی کے لائق ہے — جانثاری اور فداکاری ہی کے سزاوار ہے ۷

بھٹے برسوں خویش را کہ دیں ہمہ دست
اگر باوند رسیدی تمام بولہبی ست

سنو! سنو! قرآن کیا کہہ رہا ہے! :-

(۱) قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَنْزَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِينُ تُرَضُّونَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرٍ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۷

”آپ فرما دیجئے اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال

اور وہ تجارت جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے
من بھاتے مکان ————— اگر یہ سب چیزیں اللہ اور اس کے
رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری معلوم ہوتی
ہوں تو پھر راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم نافذ کرے
اور اللہ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا ۔“

بلاشبہ محبت رسول (علیہ الصلوٰۃ والسلام) جانِ ایمان ہے
———— اور اطاعت اس محبت کا عملی مظہر ہے جس کے متعلق قرآن
کریم میں ارشاد ہوتا ہے :-

(ب) اَطِيعُوا اللَّهَ وَاَطِيعُوا الرَّسُولَ ۚ

”فرما دیجئے کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو“

(ج) مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ اطَاعَ اللَّهَ ۚ

”جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی“

(د) مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ

فَانْتَهُوا ۚ

”یہ رسول جو تمہیں دے، لے لو اور جس سے منع کرے، بچتے رہو“

ہاں بے شک سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت، اللہ

۱۔ القرآن الحکیم ، سورۃ النصار ، ۵۹

۲۔ ایضاً ، ” ، ۸۰

۳۔ ایضاً ، سورۃ الحشر ، ۷

اطاعت ہے، اسی لئے آپ نے جلال رسالت میں فرمایا :-
 (ا) اَلَا اِنِّیْ اَوْتِیْتُ الْقُرْآنَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ اَلَا یُوشِکُ رَجُلٌ
 شَبُعَانَ عَلٰی اَرِیْکَتِهِ یَقُوْلُ عَلَیْکُمْ بِهَذَا الْقُرْآنِ
 فَمَا وَجَدْتُ فِیْهِ مِنْ حَلَالٍ فَاَحِلُّوْهُ وَمَا وَجَدْتُ
 فِیْهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوْهُ وَاِنَّ مَا حَرَّمَ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کَمَا
 حَرَّمَ اللّٰهُ لَہ

” سن لو مجھے قرآن عطا ہوا ہے اور قرآن کے ساتھ اس کا مثل
 — خبردار! کوئی پیٹ بھرا اپنے تخت پر پڑا یہ کہے گا کہ یہی
 قرآن لئے رہو، اس میں جو حلال پاؤ اسے حلال جانو، جو حرام پاؤ،
 اسے حرام سمجھو، حالانکہ جو چیز اللہ کے رسول نے حرام کی ہے
 وہ ایسی ہی ہے جیسے اللہ نے حرام کی ہو۔“

(ب) اَیَحْسَبُ اَحَدُکُمْ مُّسْتَكِیًّا عَلٰی اَرِیْکَتِهِ یَظُنُّ
 اَنَّ اللّٰہَ لَمْ یُحَرِّمْ شَیْئًا اِلَّا مَا فِیْ هَذَا الْقُرْآنِ
 اِنِّیْ وَاللّٰہِ قَدْ اَمَرْتُ وَوَعَضْتُ وَنَهَیْتُ عَنْ
 اَشْیَاءٍ اَنْتُمْ کَمِثْلِ الْقُرْآنِ اَوْ اَکْثَرَ ۚ

سلفہ (ا) الترمذی، الامام الحافظ محمد بن عینی : الجامع الصحیح ، ج ۲ ، ص ۳۸۱

(ب) امام عبد اللہ محمد بن یزید ربیع بن ماجہ قزوینی : سنن ابن ماجہ ، ص ۲

سلفہ ابوداؤد سلیمان بن اشعث السجستانی : سنن ابوداؤد ، ج ۲ ، ص ۱۶۵

”کیا تم میں سے کوئی تخت پر تکیہ لگائے گمان کرتا ہے
کہ اللہ نے بس یہی چیزیں حرام کی ہیں جو قرآن میں لکھی ہوئی ہیں؟
سن لو! خدا کی قسم میں نے حکم دئے، نصیحتیں کیں اور بہت چیزوں
سے منع کیا کہ وہ قرآن کی حرام کی ہوئی چیزوں کے برابر بلکہ ان
سے زیادہ ہیں۔“

ان کو ایک آن پسند نہیں کہ ان کے چاہنے والے ان سے صرف
کر لیں اور دوسروں کی چاہت کا دم بھریں — دیکھو! کیا
فرما رہے ہیں :-

فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي ۝

”جو میرے قدم بقدم نہیں چلتا وہ میرا ہے ہی نہیں۔“

غور کرو اور سوچو کہ جو ان کا نہیں تو پھر اس کا کہاں ٹھکانہ؟ اللہ بھی اس سے خفا۔
بابا طاهر عریاں نے کیسی درد بھری رہ باغی کہی ہے! — وہ
کہتا ہے ۛ

خدایا! واکیاں شتم واکیاں شتم بایں بے دست پائی واکیاں شتم
ہمہ از در برانند و تو آیم تو ہم کنز در برانی واکیاں شتم ۛ
”خدایا! میں کہاں جاؤں، میں کہاں جاؤں! ہائے اس

۱۷ (ا) احمد بن شعیب بن علی، السنن النسائی، (مطبوعہ کراچی) ۲ ج ۰، ص ۲۸

(ب) قاضی عیاض بن موسیٰ، الشفاء، (مطبوعہ ملتان) ۲ ج ۰، ص ۱۳

۱۸ بابا طاهر، دوستہ نامہ، ۱ مرتبہ روفیہ حضور احمد سلمہ ۲۰ (مطبوعہ کراچی) ۱۹۷۳ء، ص ۹۲

بے دست و پائی میں کہاں جاؤں؟ سب در سے ٹھکراتے ہیں تو
 تیرے پاس آتا ہوں، تو نے بھی اگر ٹھکرا دیا تو بتا پھر کہاں جاؤں؟“
 وہ بڑا غیور تھا۔۔۔۔۔ محبت اور غیرت کا چولی دامن کا ساتھ
 ہے۔۔۔۔۔ ہاں وہ بہت ہی غیور تھا۔۔۔۔۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ
 اس کے چاہنے والے اس کی روش کو چھوڑ دیں اور پھر بھی اس کی محبت
 کا دم بھریں۔۔۔۔۔ دیکھو دیکھو! مدینہ منورہ میں ایک صحابی عبید بن خالد
 (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) چلے جا رہے ہیں۔۔۔۔۔ تہ بند بندھا ہے اور
 ٹخنوں سے نیچے ڈھلک رہا ہے۔۔۔۔۔ اچانک پیچھے سے آواز
 آتی ہے :-

إِسْفَعْ إِنَّا رَكَ فَاثًا أَتَقِي وَابْقِي لَهُ

”تہ بند اونچا کرو، اس میں پرہیزگاری بھی ہے اور پائیداری بھی“
 مڑ کر جو دیکھا تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ فرما ہیں۔۔۔۔۔ وہ اپنے
 رفیقوں پر بڑے کریم تھے، اسی کرم پر نظر رکھتے ہوئے عبید بن خالد نے
 عرض کیا :-

”یہ تہ بند سفید اور سیاہ دھاری دار ایک چادر ہی تو ہے“
 عبید بن خالد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی یہ بات پسند نہ آئی۔۔۔۔۔
 جلالِ رسالت میں فرمایا :-

۱۔ محمد امیر شاہ گیلانی، انوارِ غوثیہ شرح شمائلِ ترمذی للامام ابی حنیفہ رحمہ اللہ، ۱۹۷۶ء، ص ۹

أَمَّا لَكَ فِي أَسْوَةٍ ۝

”کیا میری روش میں تیرے لئے نمونہ نہیں؟“

فضا میں ایک لرزش سی پیدا ہوئی — یہ الفاظ کیا ارشاد ہوئے، بجلی سی کوند گئی۔

اللہ اکبر! عشاق کی ایک ایک ادا کی نگرانی تھی! — کوئی ایسا محبوب دکھائے تو سہی! — ہر عاشق، محبوب کی بے اعتنائی کا شکوہ کرتا نظر آتا ہے — مگر یہاں حریمِ جاناں میں توجہ سے کوئی محروم نہیں — سب کو نواز رہے ہیں — سب فیضیاب ہو رہے ہیں ۝

نگاہِ ناز کے پیہم اشارہ ملے لطیف

شکستِ شیشہ دل، بار بار، کیا کہنا!

محبت کا تقاضا تو یہ ہے کہ عاشق، محبوب کے رنگِ طبع کو دیکھے — جو وہ کرے، وہی کرتا چلا جائے — صحابہ کی مقدس عمت

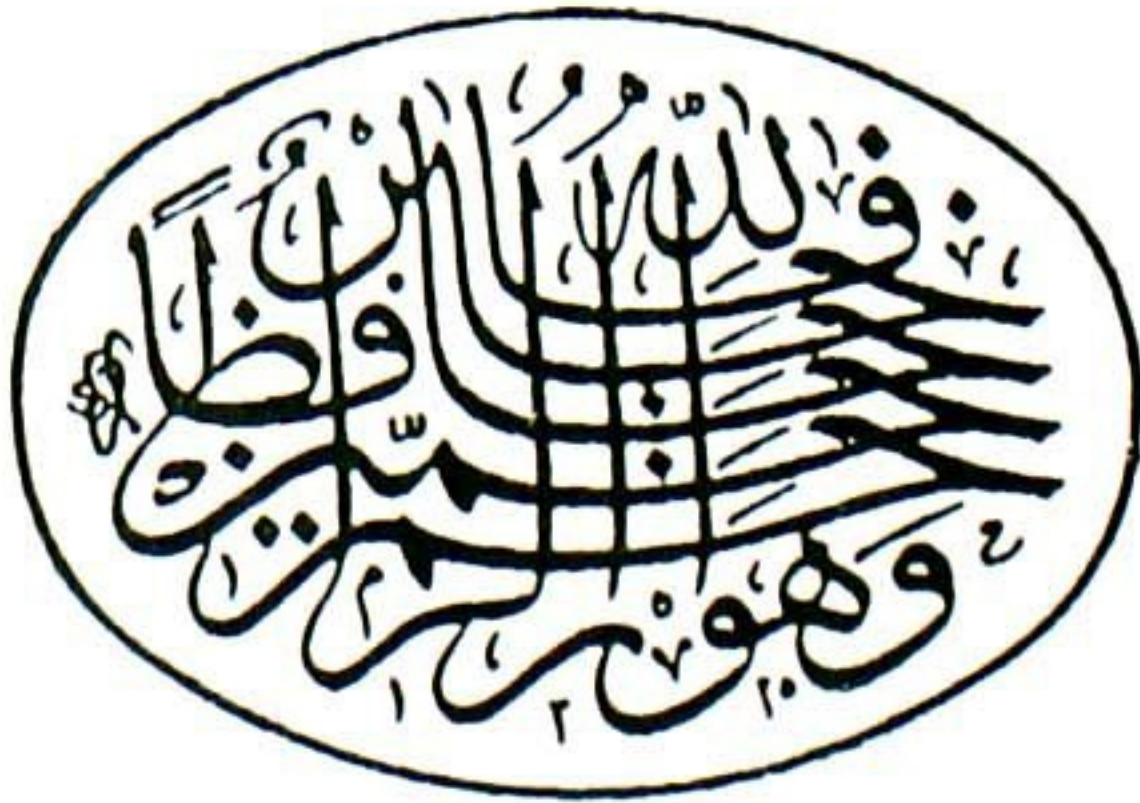
نے یہی کیا اور وہ پایا جو ہزار جاں کا ہی اور جانفشانی کے بعد بھی ہم نہیں پاسکتے — ہماری محبت کو ہمہ وقت عقلِ ڈستی رہتا ہے کہ کریں تو

کیا کریں؟ — یہی کیوں کریں؟ وہ کیوں نہ کریں؟ — چلیں

تو کس طرف چلیں؟ — اسی طرف کیوں چلیں، اس طرف کیوں

نہ چلیں؟

مجازی عاشقوں کا حال آپ نے دیکھا ہوگا — اپنے معشوقوں
 کے اشاروں پر چلتے رہتے ہیں — جو کہتا ہے، کرتے چلے جاتے
 ہیں — اسی کا رنگ ڈھنگ اپناتے ہیں — جس راہ پر وہ
 چلاتا ہے، چلتے چلے جاتے ہیں — یہ ان محبوبوں کی اطاعت کا حال
 ہے جو بے وفا ہو سکتے ہیں، جو ظالم ہو سکتے ہیں، جو جفا شعار ہو سکتے ہیں
 — تو وہ محبوب سب محبوبوں سے زیادہ اطاعت کا مستحق ہے
 جو رؤف و رحیم ہے — اگر باطل محبوبوں کے اشاروں پر چلا جاسکتا
 ہے تو اس سچے محبوب کے اشاروں پر کیوں نہیں چلا جاسکتا؟ —
 عقل سلیم جواب دے! — دلِ دردمند جواب دے!



- ہم کچھ نہ تھے، اس کے کرم نے سب کچھ بنادیا ۱۵
- بچیم ماگرتو باز ستانی متاعِ خویش
- دارد دو عالم از تو کثیر و قلیل را
- ذرا اس پیدا کرنے والے سے اپنی پیدائش کی داستان تو سنو!
- ۱۔ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ طِينٍ ۝ ۱۵
- ” بیشک ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا کیا “
- ۲۔ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ ۝ ۱۶
- ” پھر ہم نے اسے پانی کی ایک بوند بنا کر ایک محفوظ مقام (رحم
- مادر) میں رکھا “
- ۳۔ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً ۝ ۱۷
- ” پھر ہم نے اس بوند کو خونِ بستہ بنایا “
- ۴۔ فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً ۝ ۱۸

۱۵ القرآن الحکیم : سورة المؤمنون ، ۱۲

۱۳ : ۱۳

۱۴ : ۱۴

۱۵ : ۱۵

”پھر ہم نے اس خون بستہ کو پارہ گوشت بنایا“

۵۔ فَخَلَقْنَا الْمُصْفَاةَ عِظْمًا ۝

”پھر ہم نے اس پارہ گوشت سے ہڈیاں بنائیں“

۶۔ فَكَسَوْنَا الْعِظْمَ لَحْمًا ۝

”پھر ہم نے ان ہڈیوں پر گوشت چڑھایا“

۷۔ ثُمَّ أَنْشَأْنَا خَلْقًا آخَرَ ۝

”پھر ہم نے اسے اور ہی شکل و صورت میں اٹھان دی (اور کیا سے کیا بنا دیا،

اللہ اکبر! — ہم کہاں سے چلے اور کہاں پہنچے! —

خاک کو اکیر بنا دیا گیا — ذرے کو آفتاب بنا دیا گیا —

فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ ۝ اللہ بڑی برکت والا اور

سب سے بہتر بنانے والا ہے — بیشک اس نے انسان کو سب

بہترین ساخت میں بنایا — لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي

۱۳۔ القرآن الحکیم ، سورة المؤمنون ، ۱۴

نوٹ :- ان مرحلوں کے بعد کچھ مرحلے اور ہیں جن کا یوں ذکر کیا گیا ہے :-

(۱) ثُمَّ إِنَّكُمْ بَعْدَ ذَلِكَ لَمَيِّتُونَ ۝ (المؤمنون، ۱۵) ”پھر یقیناً تم ان مرحلوں سے گزر کر مرنے والے ہو“

(۲) ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ تُبْعَثُونَ ۝ (ایضاً، ۱۶) ”پھر تمہیں بلاشبہ دُرِ قیامت (قبول سے) اٹھایا جائیگا“

مسعود

۱۴ ایضاً : ۱۴

اَحْسَنَ تَقْوِيْمٍ ۝ ————— صرف ایک وجودِ بے بود ہی نہیں بنایا —————
 وہ تو مَصُوْر ہے ————— هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ ۝
 وہ اللہ ہی ہے جو بناتا بھی ہے، پیدا بھی کرتا ہے اور خط و خال سے چہروں کو
 سوارِ بنا بھی ہے ————— ہاں بہترین خط و خال بنائے ————— کرمِ بالائے
 کرم ————— خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ
 فَاَحْسَنَ صُوْرَكُمْ ۝ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ ۝ ————— اس نے آسمان و
 زمین بنائے اور سچائی کے ساتھ بنائے اور تمہاری تصویر بنائی، پس کتنے
 اچھے خط و خال بنائے! ————— فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ
 عَلَیْهَا ۝

اب جب اس نے اپنے کرمِ خاص سے ہم کو بنایا، پیدا کیا اور اچھی
 اچھی صورتیں دیں تو کیا ہم کو یہی سزاوار ہے کہ ہم ان صورتوں کو بگاڑنے
 چلے جائیں؟ اور اس حال میں بگاڑتے چلے جائیں کہ وہ ہمارے سزا سزا
 ہے ————— هُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ ۝ ————— وہ ہماری رگ

۱۔ القرآن الحکیم، سورۃ التین، ۴

۲۔ ایضاً، سورۃ الحشر، ۲۴

۳۔ ایضاً، سورۃ التغابن، ۳

۴۔ ایضاً، سورۃ الروم، ۳۰

۵۔ ایضاً، سورۃ المجادلہ، ۷

قوموں کی جو فطرت ہے، انہوں نے اس کے بالکل برعکس کیا، اپنی

فطرت و خلقت ہی بدل دی، خدا کی پناہ !“

فطری و ولعینیں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں چنانچہ قرآن پاک میں نوح
انسانی میں رنگوں کے اختلاف اور زبانوں کے اختلاف کو اللہ تعالیٰ نے اپنی
نشانیاں قرار دیا ہے۔ ————— دارِ طہی فطری و ولعیت اور اللہ تعالیٰ کی
نشانی ہے، اسی لئے فرمایا :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحِلُّوا شَعَائِرَ اللَّهِ

”اے ایمان والو! اللہ کی نشانیاں نہ مٹاؤ“

شعائر اللہ کا یہ احترام ہی تھا جس نے حضرت ہارون علیہ السلام کو محبوب کیا کہ وہ اپنے
بھائی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ فرمائیں :-

يَبْنَؤُمْ لَا تَأْخُذْ بِحَيَاتِي

”اے میرے ماں جائے میری دارِ طہی تو نہ پکڑو“

تو قرآنی آیات اور احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ دارِ طہی کوئی نئی چیز نہیں
تمام انبیاء علیہم السلام کی امتیں دارِ طہی رکھتی چلی آئی ہیں، اسلام دینِ فطرت ہے
اور ہر نبی نے اسی دینِ فطرت کا پرچا کیا، دینِ فطرت میں کوئی بات غیر فطری

۱۔ القرآن الحکیم ، سورۃ الروم ، ۲۲

۲۔ ایضاً ، ، مادہ ۲ ،

۳۔ ایضاً ، ، ط ۹۴ ،

ہو ہی نہیں سکتی بلکہ یہ تو ان باتوں کو مٹانے کے لئے آیا ہے جو فطرت کے تقاضوں کے خلاف ہیں اور ان باتوں کو قائم کرنے کے لئے جو عین فطرت ہیں۔
قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے :-

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسْجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَىٰ فِي خَرَابِهِ ۗ
” اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جس نے اللہ کی مسجدوں میں اللہ کے نام کے ذکر سے لوگوں کو روکا اور ان کو اجاڑنے کی کوشش کی“

اب ذرا غور فرمائیں :-

- (ا) مساجد انسان کی تعمیر ہیں،
 - (ب) مسجد کا مقصد وحید ذکر الہی ہے،
 - (ج) مسجد عظمتِ اسلام کی نشانی ہیں،
- اب مزید غور فرمائیں :-

- (ا) دارِ طہی اللہ کی تعمیر ہے،
 - (ب) دارِ طہی کا مقصد وحید اتباعِ خدا و رسول ہے جو ذکر کی جان ہے،
 - (ج) دارِ طہی اسلام کی نشانی ہے اور اس سے شوکتِ اسلام کا اظہار ہوتا ہے،
- تو اب یہ حقیقت قابلِ توجہ ہے کہ جو مسجد انسان کی تعمیر تھی، مقام

نکالہی اور شعارِ عظمتِ اسلام ہونے کی وجہ سے اس کے اجاڑنے والے کو معاشرے کا ظالم ترین انسان قرار دیا گیا — — — توجہ داتھی اللہ کی بنائی ہوئی ہو، سرِ پا ذکرِ الہی اور عظمتِ اسلام کی نشانی ہو اللہ و رسول کے حکم کے خلاف اس کا اجاڑنے والا اللہ و رسول کی نظر میں کیا ہوگا؟

شعارِ اسلام کی بات تو بہت اونچی ہے — — — اللہ و رسول نے تو ان چیزوں کو مٹانے کی ممانعت فرمائی ہے جن سے انسان کے دنیوی فائدے وابستہ ہیں چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ملکِ شام جانے والی فوج کو جو ہدایات جاری فرمائیں، ان میں یہ ہدایات بھی تھیں :-

(ا) کھجور یا کوئی دوسرا درخت نہ کاٹنا،

(ب) نہ کوئی عمارت مسمار کرنا لے

ڈاکٹر ہنزہ نے لکھا ہے :-

”جس طرح دشمن کے پرغمالی سپاہیوں کو قتل کرنے کی ممانعت ہے اسی طرح غیر ضروری تباہی اور غارت گری کی بھی ممانعت ہے“

درختوں کو کاٹنے اور عمارتوں کو مسمار کرنے کی اس لئے ممانعت فرمائی کہ اس سے انسانی معیشت اور معاشرت متاثر ہوتی ہے۔ غور کرنے کا مقام ہے جو مذہب انسان کے دنیوی امور میں اتنا حساس ہے وہ اس کے دینی امور میں

۱۔ عبدالقیوم ندوی : خطباتِ نبوی ، (مطبوعہ لاہور) ، ص ۱۸۶

۲۔ ڈاکٹر ہنزہ کریوڈ : دی فائڈیشن آف انٹرنیشنل اسلامک جیو کس پروڈنٹس (مطبوعہ کراچی) ، ص ۱۷

کتنے حساس ہوگا !

لیکن یہاں یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ اصل چیز اللہ اور اس کے رسول
صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع و پیروی ہے۔ اگر وہ مٹانے کا حکم دیں گے
تو جس چیز کی حفاظت کے لئے جان کی بازی لگائی گئی تھی، وہ فوراً مٹا دی جائے گی
۔۔۔۔۔ جب مساجد کی حفاظت اور تحریم و عزت کا حکم ملا تو یہی کیا گیا اور جب
مسجدِ ضرارہ کے متعلق یہ حکم ملا :-

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَكُفْرًا
وَتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ ————— لَا تَقُمْ
فِيهِ أَبَدًا ۚ

” اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی نافرمانی، پھوٹ ڈالنے اور مسلمانوں کے دل جدا کرنے کے لئے مسجد بنوائی —
ہاں اس میں کبھی بھی کھڑے نہ ہونا۔“

چنانچہ یہ سجدہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ڈھادی گئی اور اس کی جگہ شہر
کا کوڑا ڈالا جانے لگا۔

اسی طرح جب درختوں کی حفاظت کا حکم ہوا تو حفاظت کی گئی اور جب کاٹنے کا حکم دیا گیا تو درخت کاٹ کر پھینک دئے گئے۔

ان کے درخت کاٹنے کا حکم دیا اور ایسا ہی کیا گیا۔
 تو اصل مدعا اللہ و رسول کے احکام کی پیروی ہے۔۔۔۔۔ جب
 وہ حفاظت کا حکم دیں گے تو معمولی سے معمولی چیز کی حفاظت کی جائیگی اور جب
 وہ مٹانے کا حکم دیں گے تو بڑی سے بڑی چیز قربان ردیجائیگی۔۔۔۔۔
 کیا آپ نے نہ دیکھا کہ جس جان کی حفاظت فرض ہے وہ اس کے
 حکم پر میدان جنگ میں کس طرح خوشی خوشی دے دی جاتی ہے؟۔۔۔۔۔
 بیشک جو جان نافرمانی میں ضائع کی گئی اس کے لئے جہنم ہی جہنم ہے۔۔۔۔۔
 اور جو جان فرمانبرداری اور اطاعت شکاری میں دی گئی اس لئے جنت ہی جنت ہے۔
 اللہ و رسول کے احکام ایسے نہیں جن میں ان کا نفع ہو۔۔۔۔۔
 نہیں نہیں حکم دینے والے بے نیاز ہیں۔۔۔۔۔ ایک عطا کر نیوالا ہے،
 دوسرا تقسیم کر نیوالا ہے۔۔۔۔۔ اِنَّمَا اَنَا فَاسِیْمٌ وَاللّٰهُ یُعْطِی
 ۔۔۔۔۔ ان کے ہر حکم میں سراسر سہارا ہی فائدہ ہے۔۔۔۔۔ اللہ و رسول کا
 کوئی فائدہ نہیں۔۔۔۔۔ مگر بتانے والوں نے اس طرح بتایا کہ جیسے وہ
 بے نیاز، نیاز مند ہے۔۔۔۔۔ نفس کا حال یہ ہے کہ اسی وقت رغبت
 ہوتی ہے، جب اپنا فائدہ نظر آتا ہے۔۔۔۔۔ نفس کے اس چلن سے ابلیس نے
 فائدہ اٹھایا اور بندگانِ خدا کو امیدیں دلا دلا کر خوب گمراہ کیا۔۔۔۔۔ اور اللہ
 کی طرف جانے والے، ابلیس کی طرف جانے لگے۔۔۔۔۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُونَ۔

۱۔ القرآن الحکیم، سورۃ المحشر، ۵

۲۔ البخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، ج ۱، ص ۱۶

محدثین کرام نے اوراقِ احادیث میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک ادا کو محفوظ کر کے کتبِ احادیث کو محفلِ جاناں بنا دیا۔۔۔ اب عالم یہ ہے، یوں معلوم ہوتا ہے ع

یہ چل رہے ہیں وہ پھر رہے ہیں، یہ آرہے ہیں وہ جارہے ہیں
دل تو یہ چاہتا ہے کہ ایک ایک ادا معلوم کی جائے۔۔۔ پھر ہر ادا پر جان نچھاور کی جائے۔۔۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیسی محبت کی بات فرمائی۔۔۔ فرماتے ہیں :-

وَأَنَا أَشْتَهِي أَنْ يَصِفَ لِي مِنْهَا شَيْئًا
أَتَعَلَّقُ بِهِ ۝

”اور مجھے بڑا شوق تھا کہ (ماموں جان) مجھ سے مانا جان کا سراپا بیان کریں اور پھر میں ان کی ہر سہرا داکو اپنا لوں۔۔۔“
تو آئیے اس محفل کی طرف چلیں اور دیدار سے مشرف ہونے والوں سے سراپائے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم معلوم کریں۔۔۔ اور یہ پوچھیں کہ کیا چہرہ انور

پریش مبارک تھی؟

- (ا) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :-
 ”ہاں! گھنی داڑھی تھی! (كَثُّ اللَّحْيَةِ) ۱۷
 (ب) حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں :-
 ”ہاں! گھنی داڑھی تھی! (كَثُّ اللَّحْيَةِ) ۱۷
 (ج) وہی فرماتے ہیں :-

- ”ہاں! بھرواں داڑھی تھی! (عَظِيمُ اللَّحْيَةِ) ۱۷
 (د) حضرت ہند بن ابی ہارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :-
 ”ہاں! گھنی داڑھی تھی! (كَثُّ اللَّحْيَةِ) ۱۷
 (ه) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :-
 ”ہاں! گھنی داڑھی تھی! (كَثُّ اللَّحْيَةِ) ۱۷
 (و) اور ایک جگہ فرماتے ہیں :-

وَكَانَتْ لِحْيَتُهُ قَدْ مَلَأَتْ مِنْ هُنَا إِلَى هُنَا،

۱۷ عیاض بن موسیٰ، القاضی ابوالفضل : الشفار ، ج ۱ ، ص ۳۸

۱۷ ایضاً ، ص ۳۸

۱۷ ابیہقی ، ابوبکر احمد بن حسین بن علی : شعب الایمان ، (بحوالہ لمعة الصنعة ، مطبوعہ لاہور) ، ص ۱۹

۱۷ احمد رضا خاں : لمعة الصنعة ، (۱۳۱۵ھ) ، ص ۱۸

۱۷ ایضاً : ص ۱۹

وَأَمَرَ بِدَيْرٍ عَلَى عَارِضَتِهِ ۖ
(پھر اپنے رخساروں پر ہاتھ پھیر کر بتایا کہ) ریش مبارک یہاں
سے یہاں تک بھری ہوئی تھی۔“

(۶) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :-
كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ كَثِيرَ شَعْرٍ لِّلْخَبِيرِ ۖ
”رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ریش مبارک میں بال بڑی
کثرت سے تھے“

(۷) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :-
يَكْثُرُ دُهْنُ رَأْسِهِ وَتَسْرِيحُ لِحْيَتِهِ ۖ
”سراقدس میں تیل ڈالتے اور بسا اوقات ریش مبارک میں
کنگھی کیا کرتے تھے“
(ط) آپ ہی کا ارشاد ہے :-

أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ جَالِسَانِ نَحْوِ الْمَنْبَرِ
إِذْ طَلَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مِنْ

۱۔ احمد رضا خاں : لمعة الضحیٰ ، ص ۱۹

۲۔ اقشیری ، ابو الحسن عساکر الدین مسلم بن حجاج : صحیح مسلم ، ج ۲ ، ص ۲۵۹

۳۔ محمد امیر شاہ گیلانی ، الزوار غوثیہ ، ص ۶۰

بَعْضُ بَيُّوتِ نِسْبَائِهِ يَمْسَحُ لِحْيَتَهُ لَه

” حضرت ابو بکر اور عمر مسجد نبوی میں منبر کے قریب بیٹھے تھے کہ

اچانک حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے دولت کدے سے

ریش مبارک پر ہاتھ پھیرتے ہوئے باہر تشریف لائے۔“

آپ نے دیکھا، ہر دیکھنے والے نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کے چہرہ انور پر وار بھی کی بہاریں دیکھی ہیں۔ بار بار دیکھی ہیں اور

بار بار بتایا ہے کہ اب شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہ رہی۔ ع

آفتاب آمد دلیلِ آفتاب

، ص ۱۰۷

۱۔ محمد امیر شاہ گیلانی : انوارِ غوثیہ

مِنْكُمْ لَمْ يَكُنْ
فِي مَرْحَلَةٍ
وَاللَّهُ يَدْرُسُ
كَبِيرٌ قَرِينٌ

مُصلِحینِ عالم کا یہ دستور رہا ہے کہ اپنے پیروکاروں سے ان باتوں کی امید رکھتے ہیں جو خود نہیں کرتے، یا کرتے تو ہیں مگر اس قدر نہیں جس قدر امید رکھتے ہیں۔ اسی لئے قرآن نے کہا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ "تم ایسی باتیں کیوں کہتے ہو جو خود نہیں کرتے؟" مگر وہ دو جہاں کا تاجدار اور دو عالم کا مصلح (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس شان سے جلوہ گر ہوتا ہے کہ پہلے خود کرتا ہے، پھر اپنے جانثاروں سے کہتا ہے۔ جتنی ان سے امید رکھتا ہے، اس سے زیادہ خود کر کے دکھاتا ہے۔ تو یہ تو آپ دیکھ چکے کہ اس نے کیا کیا اُئیے اب یہ دیکھیں کہ اس نے (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے فداکاروں سے کیا کہا :-

(ا) خَالِفُوا الْمُشْرِكِينَ أَحْفُوا الشَّوَارِبَ
وَأَوْفِرُوا اللَّحِيَّةَ ۞

ج ۲ ، ص ۸۷۵

ج ۱ ، ص ۱۲۹

۱۰ (ا) صحیح بخاری

(ب) صحیح مسلم

” مشرکین کے خلاف کرو، مونچھیں خوب پست کرو اور
 دائرہ بھی خوب بڑھاؤ “

(ب) اِنْهَکُوا الشَّوَارِبَ وَاعْفُوا اللُّحٰی ۛ
 ” مونچھیں مٹاؤ، دائرہ بیاں بڑھاؤ “

(ج) اَحْفُوا الشَّوَارِبَ وَاعْفُوا اللُّحٰی ۛ
 ” مونچھیں خوب پست کرو اور دائرہ بیاں چھوڑ دو “

(د) اِنَّ رَّسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِاِحْفَاءِ
 الشَّوَارِبِ وَاعْفَاءِ اللُّحٰی ۛ

” بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ
 مونچھیں خوب پست کرو اور دائرہ بیاں چھوڑ دو “

(هـ) جُزُّوا الشَّوَارِبَ وَاسْرِخُوا اللُّحٰی خَالِفُوا
 الْمَجْجُوْسَ ۛ

” مونچھیں کترؤ، دائرہ بیاں بڑھنے دو، آتش پرستوں
 کے خلاف کرو “

ۛ صحیح بخاری :	ج ۲ ، ص ۸۷۵
ۛ ابوداؤد شریف :	ج ۲ ، ص ۱۲۲
ۛ (د) صحیح مسلم :	ج ۱ ، ص ۱۲۹
(ب) ترمذی شریف :	ص ۳۹۴
ۛ (ی) الطحاوی :	ابو جعفر احمد بن محمد الحنفی : شرح معانی الآثار ، ج ۲ ، ص ۲۷۸
(ب) امام احمد بن حنبل :	مسند احمد (بحوالہ المغنی) ، ص ۲۷

(و) أَحْفُوا الشَّوَارِبَ وَاعْفُوا اللَّحَى وَلَا تَشَبَّهُوا بِالْيَهُودِ

” مونچھیں خوب پست کرو اور داڑھیاں بڑھاؤ، یہودیوں

کی سی صورت بناؤ۔۔۔!“

(ز) قُصُّوا سُبَالَكُمُ وَوَقِّرُوا عَثَابِينَكُمْ وَخَالِفُوا

أَهْلَ الْكِتَابِ۔۔۔! ۱۷

” مونچھیں کتر و اور داڑھیاں خوب بڑھاؤ۔۔۔ اہل

کتاب (یہود و نصاریٰ) کے خلاف کرو“

(ج) أَوْفُوا اللَّحَى وَقُصُّوا الشَّوَارِبَ ۱۸

” داڑھیاں پوری کرو اور مونچھیں ترشواؤ!“

(ط) أَحْفُوا الشَّوَارِبَ وَاعْفُوا اللَّحَى ۱۹

” مونچھیں خوب پست کرو اور داڑھیاں خوب بڑھاؤ!“

(ی) لَیْکِنْ رَبَّنَا أَمَرَنِیْ أَنْ أُحْفِیَ شَارِبِیْ وَأُغْفِیَ لِحِیَّتِیْ ۲۰

” مگر مجھے میرے پروردگار نے حکم دیا ہے کہ اپنی مونچھیں پست

کروں اور داڑھی بڑھاؤں“

۱۷ شرح معانی الآثار : ج ۲ ، ص ۲۷۸

۱۸ مسند احمد (بحوالہ لمعة الضحیٰ ، ص ۲۸)

۱۹ ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی : طبرانی کبیر، (بحوالہ لمعة الضحیٰ ، ص ۲۸)

۲۰ ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی : شعب الایمان، (بحوالہ لمعة الضحیٰ ، ص ۲۸)

۲۱ ابن سعد : الطبقات الکبریٰ ، (مطبوعہ بیروت)

(ک) اِنَّهُ اَمَرَ بِاِخْفَاءِ الشَّوَارِبِ وَاعْغَاءِ اللُّحَى ۚ
 " حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مونچھیں کتروانے اور داڑھیاں
 بڑھانے کا حکم فرمایا ہے "

(ل) وَفَرُّوا اللُّحَى وَاحْفُوا الشَّوَارِبَ ۚ
 " داڑھیاں خوب بڑھاؤ اور مونچھیں کترؤاؤ "

(س) رَبَّنَا اَمَرْنِي بِاِغْفَاءِ لِحْيَتِي وَفَصَّ شَوَارِبِي ۚ
 " میرے پروردگار نے مجھے اپنی داڑھی بڑھانے اور مونچھیں
 کتروانے کا حکم دیا ہے "

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے داڑھی رکھنے
 کی کتنی تاکید فرمائی ہے۔ اور تاکیدِ شدید کا اندازہ اس سے
 لگایا جاسکتا ہے کہ یہ فرمایا جا رہا ہے :-

اَمَرْنِي رَبِّي

"میرے پروردگار نے مجھے حکم دیا ہے"

اللہ اکبر! — اس حکم کی عظمت اور اہمیت پر تو غور کرو —
 شہنشاہِ مطلق، سرورِ انبیاء (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو حکم دے رہا ہے اور

۱۔ صحیح مسلم : ج ۱ ، ص ۱۲۹

۲۔ صحیح بخاری : ج ۲ ، ص ۸۷۵

۳۔ ابن سعد : الطبقات الکبریٰ ، (بحوالہ المغنی ، ص ۲۹)

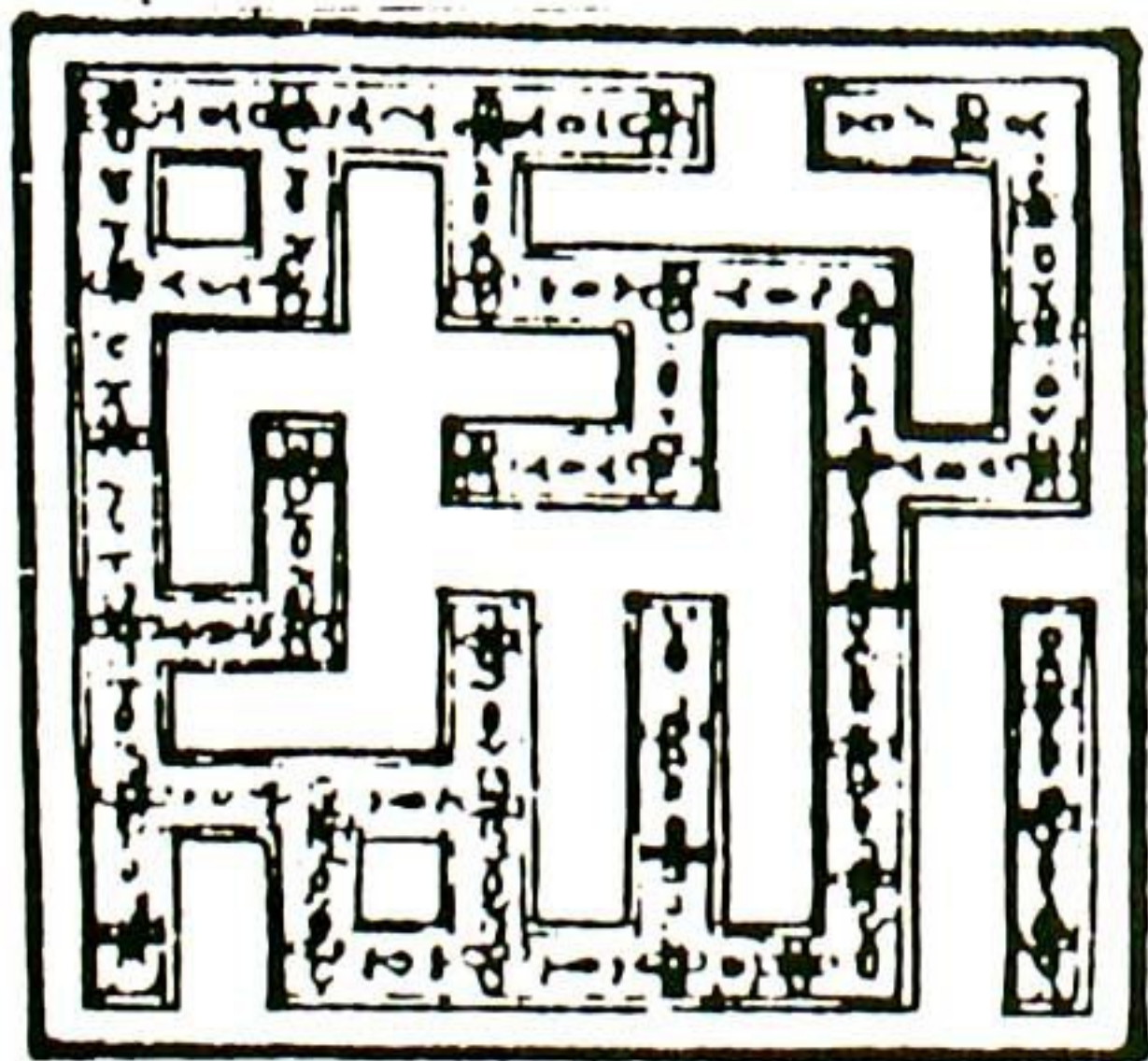
آپ کس اہتمام سے اس کا ذکر فرما رہے ہیں! — اور ہم کو حکم دے رہے ہیں — تو یہ حکم کوئی معمولی حکم نہیں — یہ سنت کوئی معمولی سنت نہیں — یہ وجوب سے گزر کر فرضیت کی سرحدوں میں داخل ہو رہی ہے — یہ رب کا حکم ہے — یہ ہمارے آقا و مولیٰ تاجدارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے —
 تم نے اگر یہ حکم نہ مانا تو دیکھنا کہیں وہ ننگا ہیں تم سے نہ پھیر جائیں جو جانِ زندگی ہیں ۷

وہ جو نہ تھے تو کچھ بنتھا، وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
 جان میں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے
 دیکھو دیکھو! شاہِ ایران کے حکم سے گورنرِ مین باذان کے دو افسر
 دربارِ رسالت مآب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں حاضر ہیں اور رعبِ نبوت
 سے کانپ رہے ہیں — سنو سنو! دیکھنے والے کیا کہہ رہے ہیں —
 اِنَّهُمَا دَخَلَا عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَا قَدْ حَلَقَا لِحَاهُمَا وَاَعْفَيَا شَوَارِبَهُمَا
 فَكِرَا النَّظَرَ اِلَيْهِمَا وَقَالَ وَيْلَكُمَا مِنْ اَمْرِكُمَا
 بِهَذَا ۚ قَالَا رَبُّنَا، يَعْنِيَانِ كِسْرٰى — فَقَالَ
 رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِّكُنْ رَبِّىْ اَمْرٰى
 بِاَعْفَاءِ لِحَيَّتِىْ وَقَصِّ شَوَارِبِىْ ۱۷

۱۷ الطبقات الکبریٰ، (بخاری لفظ الفصحی، ص ۲۹)

” یہ دونوں جب بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے تو دائڑھیاں
 منڈائے ہوئے اور مونچھیں بڑھائے ہوئے تھے —
 سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے دیکھنے میں بھی کراہیت محسوس
 ہوئی — آپ نے دریافت فرمایا، تم دونوں برباد ہو، آخر
 تمہیں ایسا کرنے کا کس نے حکم دیا ہے؟ — وہ بولے،
 ہمارے پروردگار نے، (اس سے ان کی مراد شاہ ایران کسریٰ
 تھا) پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، مگر مجھے تو
 میرے پروردگار نے دائڑھی بڑھانے اور مونچھیں ترشوانے کا
 حکم فرمایا ہے“

غور کرو! آتش پرستوں کی دائڑھی منڈی ہوئی اور مونچھیں بڑھی ہوئی
 دیکھ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کراہیت آئی، تو جب اس حالت میں ہم کو
 دیکھیں گے تو چہرہ انور نہ پھیر لیں گے؟



داڑھی کا بنیادی مقصد نواطاعتِ رسول (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ہی ہے لیکن اگر دوسرے پہلوؤں پر بھی نظر ڈالی جائے تو سہیت سے ذیلی مقاصد و منافع سامنے آتے ہیں، گو یہ مقصود حقیقی نہیں۔

مثلاً روحانی لحاظ سے دیکھا جائے تو یہ ایک ایسا عمل ہے جس کو امت مسلمہ نے چودہ سو سال سے سینے سے لگا رکھا ہے، اس عمل کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام پر فطرتی ہوتا ہے تو اس عظیم سلسلے کے تصور ہی سے روح میں بالیدگی اور تازگی پیدا ہوتی ہے اور رفعت کا ایک احساس کروٹ لیتا ہے جو قومی ترقی کے لئے تریاق و اکسیر ہے۔ ————— جمالِ باقی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو ایک نیازِ اوہیہ نظر آتا ہے، جمال کا تعلق بقا سے ہے، فنا سے نہیں تو جس نے بقا کی طرف قدم بڑھایا تو اس نے جمالِ حقیقی کی قدر پہچانی ————— فنا میں وہ لذت نہیں جو بقا میں ہے۔ ————— اور جمیل وہی ہے جو جمال کی قدر کرے۔ ————— تمدنی لحاظ سے دیکھا جائے تو داڑھی سے قومی تشخص قائم رہتا ہے، گردشِ زمانہ کے ساتھ ساتھ تاریخی عمل جو اپنا کام کرتا رہتا ہے، اس عمل کے دائرے سے باخبر اور حساس ملت سرخروئی سے نکل جاتی ہے اور صدیاں گزر جانے کے باوجود اس کا ملی تشخص باقی رہتا ہے۔ ————— معاشرتی نقطہ نظر

سے دیکھا جائے تو دائرہ ہی سے چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم مسلمان ہیں، ہمارا وجود دوسروں کی نظروں میں مبہم نہیں رہتا، ہم چھپے نہیں رہتے، ہم عالم آشکار ہو جاتے ہیں۔۔۔۔۔ ہم ہر جگہ جانے پہچانے جاتے ہیں۔۔۔۔۔ اقتصادی زاویہ نگاہ سے دیکھا جائے تو دائرہ ہی رکھنے سے بہت سی

وقت اور روپیہ پیسہ بچ جاتا ہے جو بے فائدہ ضائع ہوتا ہے۔۔۔۔۔ ہر دانا و بینا انسان وقت اور پیسہ خرچ کر کے کچھ پاتا ہے مگر یہاں پاتا نہیں بلکہ کھوتا ہے۔۔۔۔۔ تہذیبی لحاظ سے دیکھا جائے تو دائرہ ہی رکھنے سے انسان خود بخود شائستہ بن جاتا ہے، کوئی ایسی حرکت نہیں کر پاتا جو شائستگی کے خلاف ہو، اگر کوئی ایسی ویسی بات کرتا ہے تو اس کا ضمیر خود اس کو ملامت کرتا ہے اور ٹوکنے والے بھی برملا ٹوک دیتے ہیں، ہر شخص اس سے نیک توقعات رکھتا ہے اس لئے وہ خود کو لئے دے رہتا ہے۔۔۔۔۔ طبعی و طبی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو دائرہ ہی مردانگی و رجولیت کو باقی رکھتی ہے۔۔۔۔۔ ماہرین کا خیال ہے کہ اگر سات نسلوں تک دائرہ بیاں صاف ہوتی رہیں تو آٹھویں نسل کے مرد، مرد نہیں رہیں گے۔۔۔۔۔ اگر ایسا ہوا تو وہ روزِ بد نوع انسانی کے لئے ایک المیہ ہوگا۔۔۔۔۔

یہ تمام فوائد و منافع اپنی جگہ مگر اطاعت و بندگی کی بہاروں کے سامنے ہر بہار ہیچ ہے۔۔۔۔۔ جب دائرہ ہی رکھو تو اسی نسبت سے رکھو کہ یہ رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کی نشانی ہے۔۔۔۔۔

اسلام دینِ فطرت ہے — اس کو ایسی باتیں اچھی نہیں لگتیں
جو فطرت کے خلاف ہوں — عقائد میں کیا — عبادات میں
کیا — معاملات میں کیا — معاشرت میں کیا —
اخلاق میں کیا — زندگی کے ہر شعبہ میں فطرت کے تقاضوں کو سامنے
رکھا گیا ہے — توجہ دار مٹھی کا حکم دیا گیا تو وہاں بھی حسنِ فطرت
اور تقاضائے فطرت کا پورا پورا لحاظ رکھا گیا اور وہی بات کہی گئی جو عینِ فطرت
ہے — اور جو عینِ فطرت ہے وہ عینِ انصاف ہے —
إِعْدِلُوا قَدْ هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى ۝

اور یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ احادیثِ شریفہ میں حضور صلی اللہ
علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہودیوں، عیسائیوں اور آتش پرستوں کی مخالفت
کرو — داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں ترشواؤ —
تہذیب و تمدن میں نشیب و فراز آتے رہتے ہیں —
عین ممکن تھا کہ ایسا انقلاب آجاتا کہ جس روش پر مسلمان چل رہے تھے،

یہود و نصاریٰ اور مجوسی چلنے لگتے ————— مگر نہیں، صدیاں بیت گئیں،
 ایسا انقلاب نہ آنا تھا، نہ آیا ————— اس سے معلوم ہوا کہ دینِ فطرت کی
 ہر بات، فطرت کے مطابق ہے جو بدلتی نہیں ————— ایک حالت پر رہتی ہے
 ————— یہ بھی ممکن تھا کہ یہودی و عیسائی اور آتش پرست مومنین پست کرنے
 لگے اور داڑھیاں بڑھانے لگتے ————— مگر آج تک ان لوگوں میں کوئی ایسی
 صورت نظر نہ آئی ————— اگر داڑھیاں بڑھی ہوئی ملیں گی تو ساتھ ہی مومنین بھی
 بڑھی ہوئی ملیں گی ————— وہ دینِ فطرت کی روش کو نہیں اپنا سکتے کہ
 ان کے مزاج کی اٹھان غیر فطری ہے ————— دینِ فطرت کی باتیں ہی قبول
 کرے گا جو فطرت کی ڈگر پر آجائے گا۔

بلاشبہ اسلام نہیں چاہتا کہ معاشرے میں کوئی بھی مسلمان
 فطرت کے خلاف بغاوت کرے ————— اس کو ایسی بغاوتیں اچھی نہیں
 لگتیں جو ہمارے لئے اچھی نہیں ————— وہ اپنی ذات سے تو بے نیاز
 ہے ————— اس کو جو کچھ اچھا لگتا ہے، ہمارے ہی لئے اچھا لگتا
 ہے ————— اور جو کچھ بُرا لگتا ہے، ہمارے ہی لئے بُرا لگتا ہے
 ————— اس کی پسندیدگی اور نا پسندیدگی کے قربان! سبحان اللہ! —————
 تو آئیے دیکھیں، تقاضائے فطرت کی روشنی میں اسلام ہم سے ہمارے لئے
 کیا چاہتا ہے ————— اور ہمارے آقا و مولیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) فطرت سے
 آمادہ پیکار ہونے والوں کے لئے کیا فرما رہے ہیں ————— سنو سنو!
 وہ کیا فرما رہے ہیں :-

(ا) لَعَنَ اللَّهُ الْمُتَشَبِّهِينَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ

وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ ۞

” اللہ کی لعنت ان مردوں پر جو عورتوں کی وضع بنائیں اور ان عورتوں

پر جو مردوں کی وضع اختیار کریں “

(ب) لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُخَنَّثِينَ

مِنَ الرِّجَالِ وَالْمُعْتَرِجِلَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَقَالَ

أَخْرِجُوهُمْ مِنْ بَيْوتِكُمْ ۞

” رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زنانے مردوں اور

مردانی عورتوں پر لعنت فرمائی اور فرمایا ان کو اپنے گھروں سے

نکال دو “

(ج) لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

الرَّجُلَ يَلْبَسُ لِبْسَةَ الْمَرْأَةِ وَالْمَرْأَةَ تَلْبَسُ

لِبْسَةَ الرَّجُلِ ۞

۱۰ (ا) صحیح بخاری : ج ۲ ، ص ۸۷۳

(ب) ترمذی شریف : ، ص ۳۹۶

(ج) نسائی شریف : (بحوالہ لمعة الفصحی ، ص ۴۱)

(د) الہدایہ شریف : ، ص ۱۱۴

۱۱ بخاری شریف : ج ۲ ، ص ۸۷۳

۱۲ نسائی شریف : (بحوالہ لمعة الفصحی ، ص ۴۲)

” رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس مرد پر لعنت فرمائی جو عورتوں کا پہناوا پہنے اور اس عورت پر بھی لعنت فرمائی جو مردوں کا پہناوا پہنے “

(د) لَيْسَ مِثْلًا مَنْ تَشَبَّهَ بِالرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ وَلَا مَنْ تَشَبَّهَ بِالنِّسَاءِ مِنَ الرِّجَالِ ۝

” عورتوں میں وہ عورت ہم میں سے نہیں جو مردوں جیسی بنے اور نہ مردوں میں سے وہ مرد ہم سے ہے جو عورتوں جیسا بنے “

(هـ) لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحَنَّثِي الرِّجَالِ الَّذِينَ يَتَشَبَّهُونَ بِالنِّسَاءِ وَالْمُتَرَجِّلَاتِ مِنَ النِّسَاءِ الْمُتَشَبِّهَاتِ بِالرِّجَالِ (المحدث ۷۷)

” رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان زلمے مردوں پر لعنت فرمائی جو عورتوں کی صورت بنائیں اور ان مردانہ عورتوں پر لعنت فرمائی جو مردانہ شکل بنائیں “

(و) ثَلَاثَةٌ لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ أَبَدًا الذَّيُوثُ وَالْمُحْجِلَةُ مِنَ النِّسَاءِ وَمُذْمِنُ الْخُسْرِ ۝

۱۷ احمد بن حنبل : مسند ، (بحوالہ لمعة الفضة ، ص ۴۲)

۱۸ ایضاً

۱۹ ابوالقاسم سیمان بن احمد طبرانی : طبرانی کبیر ، (بحوالہ لمعة الفضة ، ص ۴۳)

” تین شخص جنت میں کبھی نہ جائیں گے، دیوث اور مردانی عورت

اور شراب کا دھنی “

(ن) ثَلَاثَةٌ لَا يَنْظُرُ اللَّهُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ الْعَقَاؤُ

لِوَالِدَيْهِ وَالْمَرْأَةُ الْمُتَرَجِّلَةُ الْمُتَشَبِّهَةُ

بِالرِّجَالِ وَالْذَّيْوُثُ ۝

” تین شخصوں پر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن رحمت کی نظر

نہ فرمائے گا، ماں باپ کا نافرمان، مردوں کی وضع بنا نبوالی مردانی

عورت اور دیوث “

(ج) أَرْبَعَةٌ يُصْبِحُونَ فِي غَضَبِ اللَّهِ وَيُسْوَ

فِي غَضَبِ اللَّهِ الْمُتَشَبِّهُونَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ

وَالْمُتَشَبِّهَاتُ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ (المحدث) ۝

” یہ چار اشخاص صبح کریں تو اللہ کے غضب میں، شام کریں

تو اللہ کے غضب میں ——— زنانی وضع اختیار کر نبوالے

مرد اور مردانی وضع اختیار کر نبوالی عورت ——— الخ “

اور وہ چار شخص جن پر اللہ تعالیٰ عرش سے دنیا و آخرت میں لعنت

بھیجتا ہے اور فرشتے آمین کہتے ہیں ——— ان چار شخصوں میں دو یہ ہیں

۱۔ نسائی شریف (بحوالہ المعجم، ص ۴۳)

۲۔ البیہقی، احمد بن حسین بن علی، شعب الایمان (بحوالہ المعجم، ص ۴۳)

(ط) رَجُلٌ جَعَلَهُ اللَّهُ ذَكَرًا فَأَنْثَتْ نَفْسُهُ وَتَشَبَّهَ
بِالنِّسَاءِ وَامْرَأَةً جَعَلَهَا اللَّهُ أُنْثَى فَتَذَكَّرَتْ
وَتَشَبَّهَتْ بِالرِّجَالِ (المحدث) ۱۵

”وہ مرد جسے خدا نے مذکر بنایا اور مادہ بنے، عورتوں کی وضع اختیار
کرے اور وہ عورت جسے خدا نے مادہ بنایا اور وہ مذکر بنے اور مردانی
وضع اختیار کرے“

ان تمام احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کو پسند نہیں کہ
انسان فطرت کے خلاف کوئی روش اختیار کرے، خواہ وہ حقیقی ہو یا مجازی۔
اگر اس نے ایسا کیا تو وہ اللہ کی رحمت سے محروم ہے۔ اگر دیکھا جائے
تو ڈاڑھی مونڈنا بھی ایک طرح مجازی طور پر اپنے آپ کو عورتوں کی مثل بنانا ہے
تو پھر کہیں ایسا تو نہیں کہ یہ ساری حدیثیں ہمارے افکار و اعمال کی
نشاندہی کر رہی ہوں؟

ایک حدیث سے تو یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ تمام احادیث ہمارے
فکر و عمل کی غماز ہیں۔ اس حدیث شریف میں بالوں کی غیر فطری
تراش و خراش کرنے والے کو بھی رحمت الہی سے محروم قرار دیا ہے۔
سنئے! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیا ارشاد فرما رہے ہیں :-

۱۵ طبرانی شریف . (بحوالہ لعلۃ الضحیٰ ، ص ۴۴)

مَنْ مَثَلَ بِالشَّعْرِ فَلَيْسَ لَهُ عِنْدَ اللَّهِ خَلَقٌ لَهُ
 ”جو اپنے بالوں کو صورت سے بے صورت بنا دے، اللہ

عز وجل کے ہاں اس کا کچھ حصہ نہیں“

یہاں پر ایک بات اور یاد رکھنے کے قابل ہے، شریعت اسلامی میں
 مسلم یا غیر مسلم مقتول کا مُثْلہ بنانا یعنی ہاتھ پیر اور ناک، کان کا ٹٹنا اور صورت سے
 بے صورت کرنا حرام ہے، تو اگر مقتول کے دارِ طہی ہو تو اس کا مونڈنا بھی شرعاً
 حرام ہو گا کہ یہ عمل مُثْلہ بنانے کے حکم میں ہے، احترامِ انسانیت اور تقاضائے
 فطرت کے پاس و لحاظ کی اس سے بڑھ کر اور کیا مثال ہوگی؟

۱۔ طبرانی کبیر ، (بحوالہ لغۃ الصغریٰ ، ص ۴۰)

وَبَشِّرِ الصَّالِحِينَ
 الَّذِينَ إِذَا أَصَابُوا بِغُلَامٍ هَلْ هُوَ نَذَرٌ لِّمَنْ أَشَدُّ وَشْوَاحٍ
 لَهُمْ لَكَ وَبَشِّرِ الصَّالِحِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابُوا بِغُلَامٍ هَلْ هُوَ نَذَرٌ لِّمَنْ أَشَدُّ وَشْوَاحٍ

مونڈتے ہیں، تم ان کے خلاف کرو۔“

(ب) اَلَا تَأْخُذُ مِنَ اللَّحِيَةِ وَهِيَ دُونَ الْقُبْضَةِ كَمَا يَفْعَلُ

بَعْضُ الْمَغَارِبَةِ وَمُخَنَّثَةُ الرِّجَالِ فَلَمْ يُحِبَّ

أَحَدٌ وَأَخَذَ كُلُّهَا فَعُلُ الْمَجُوسِ الْأَعَاجِمِ

وَالْيَهُودِ وَالْهُنُودِ وَبَعْضُ أَجْنَاسِ الْأَفْرَاجِ الْخِزْلَةِ

”جب وارھی ایک مشت سے کم ہو تو پھر اس میں سے مزید کچھ

لینا، جس طرح بعض مغربی زمانے زرخے کرتے ہیں، کسی کے نزدیک

پسندیدہ نہیں اور پوری وارھی مونڈ دینا تو یہ ایرانی آتش پرستوں

یہودیوں، ہندوؤں اور بعض فرنگیوں کا شیوہ ہے۔“

(ج) قَصُّ اللَّحِيَةِ كَانَ مِنْ صَنِيعِ الْأَعَاجِمِ وَهُوَ

الْيَوْمَ شِعَارٌ كَثِيرٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ كَالْأَفْرَاجِ

وَالْهُنُودِ وَمَنْ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الدِّينِ الْخِزْلَةِ

”وارھی مونڈنا پارسیوں کا کام تھا اور اب تو بہت سے

کافروں کا شعار بن گیا ہے جیسے فرنگی، ہندو اور وہ لوگ جن کا دین میں

کچھ حصہ نہیں۔“

۱۔ ابن ہمام، محمد بن عبد الواحد السیواسی : فتح القدير : ج ۲ ، ص ۷۷

(ب) ابن نجیم، زین العابدین بن ابراہیم بن محمد، البحر الرائق (بجوالہ لمعة الضحیٰ، ص ۳۲)

۲۔ عبدالحق محدث دہلوی، شیخ : لمعات شرح مشکوٰۃ ، ج ۲ ، ص ۶۷

(د) وَأَمَّا الْأَخْذُ مِنْهَا وَهِيَ دُونَ ذَلِكَ كَمَا يَفْعَلُهُ
بَعْضُ الْمَغَارِبَةِ وَمَخْنَثَةُ الرِّجَالِ فَلَمْ يُبَيِّنْهُ
أَحَدٌ وَأَخَذُ كُلُّهَا فَعَلُ هُنُودُ الْهِنْدِ وَالسَّجُوسُ
” اور مقدار ایک مشّت سے کم کرنا جیسا کہ بعض مغربی لوگ
اور مخنث مرد کرنے لگے ہیں کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں اور ساری
دارہی منڈانا تو ہندوستان کے ہندوؤں اور ایران کے مجوسیوں
کا فعل ہے “

(هـ) وَقَصُّ اللَّحِيَةِ كَانَ مِنْ سُنَنِ الْأَعَا جِمٍ وَهُوَ
الْيَوْمَ شِعَارُ كَثِيرٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَالْأَفْرَجِ
وَالْهُنُودِ وَمَنْ لَا خَلَقَ لَهُمْ فِي الدِّينِ ۝
” اور دارہی منڈانا ایرانیوں کا شیوہ ہے اور آج تو وہ
بہتیرے مشرکوں، انگریزوں اور ہندوؤں کا طریقہ ہو گیا ہے اور
وہ ان لوگوں کا شعار بن گیا ہے جن کو دین سے کوئی سروکار نہیں
مندرجہ بالا عبارات سے معلوم ہوا کہ دارہی منڈانا مسلمانوں کا

۱۔ محمد علاؤ الدین حنفی الحکفی : در المختار فی شرح تنویر الابصار (بحوالہ الملتی، ص ۳۲)

۲۔ (د) طیبی شرح مشکوٰۃ، (بحوالہ ایضاً، ص ۳۳)

(ب) علی قاری، ملا، مرقاة شرح مشکوٰۃ، (بحوالہ ایضاً ص ۲۲)

(ج) عبدالحق دہلوی : لمعات شرح مشکوٰۃ، (ایضاً ص ۳۳)

شیوہ نہیں بلکہ یہودیوں، عیسائیوں، مجوسیوں، فرنگیوں اور ہندوؤں کا شیوہ رہا ہے۔۔۔۔۔ ظاہر ہے یہ لوگ اسلام کی نظر میں اللہ کے دوست نہیں بلکہ اس کے دوست ہیں جو اللہ کے مد مقابل آیا اور دھتکارا گیا۔۔۔۔۔ اس بد بختی اور بد نصیبی کے بعد اس نے اولادِ آدم سے انتقام لینے کی ٹھان لی کیونکہ آدم (علیہ السلام) نہ ہوتے تو سجدے کے لئے نہ کہا جاتا اور سجدے کے لئے نہ کہا جاتا تو یہ آفت نہ آتی۔۔۔۔۔ اس لئے ابلیس کی نظر میں اس کی بد بختی کے ذمہ دار آدم (علیہ السلام) تھے۔۔۔۔۔ اس نے جوشِ انتقام میں جو کچھ کہا قرآن نے بڑی کراہیت کے ساتھ اس کو نقل کیا ہے۔۔۔۔۔ ارشاد ہوتا ہے :-

لَعَنَ اللّٰهُ وَقَالَ لَا تَخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ
نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ۝

” اللہ نے اس پر لعنت کی چونکہ اس نے یہ کہا تھا کہ میں نے

تیرے بندوں میں سے اپنا لگا بندھا حصہ ضرور لوں گا۔“

خدا وہ روزِ سیاہ نہ دکھائے کہ ہمارا حساب کتاب ابلیس لعین کے

حصے میں آئے، آمین!۔۔۔۔۔ ابلیس نے اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ یہ بھی صاف

صاف اعلان کیا :-

وَلَا مُرْتَهَنَ لَهُمْ فَلْيُخَيِّرَنَّ خَلْقَ اللّٰهِ وَمَنْ يَّتَّخِذِ

الشَّيْطَانُ وَلِيًّا مَنْ دُونِ اللَّهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا
مُبِينًا وَيَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيهِمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ
إِلَّا غُرُورًا ۝

”بے شک میں ان کو حکم دوں گا (تو وہ میرے حکم پر) اللہ کی بنائی
ہوئی چیزیں بگاڑیں گے (ہم یہ بات واضح کر دینا چاہتے ہیں) کہ جو کوئی
اللہ کو چھوڑ کر ابلیس کو اپنا دوست بنائے تو بے شک اس نے سراسر
نقصان ہی نقصان اٹھایا (ابلیس ان کو) امیدیں دلاتا ہے اور
وہ ان کو امیدیں اور وعدے کیا دلاتا ہے نرا دھوکا ہی دھوکا
ہے۔“

اس آیت سے معلوم ہوا کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی
چیز کو ابلیس کے اشارے پر اس کے چاہنے والوں اور فرمانبرداروں نے
بگاڑا، دائرہ ہی مونڈنا بھی تصویر کا بگاڑنا ہی ہے اور جیسا کہ عرض کیا گیا یہ کام
پہلے پہل یہودیوں، عیسائیوں اور دوسرے کفار و مشرکین نے کیا۔
اللہ تعالیٰ نے پوری انسانیت کے لئے ایک راہ متعین کی جس کو ہر عہد اور
زمانے میں ”اسلام“ کے نام سے یاد کیا گیا اور ہر قوم کو حکم دیا گیا کہ اسی
راہ پر چلے مگر پھر بھی لوگوں نے صراطِ ستقیم کو چھوڑ کر دوسری راہیں اختیار کرلیں
یہ وہی راہیں تھیں جو ابلیس نے متعین کیں اور مخلوقِ الہی کو گمراہ کیا،

اسی لئے قرآن نے اللہ کے سچے بندوں کو ابلیس کے چلن پر چلنے سے روکا ہے
 — سنو سنو! قرآن کیا کہہ رہا ہے :-

(ا) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ
 وَ مَنْ يَتَّبِعْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُ
 بِالْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ ۚ

” اے ایمان والو! شیطان کے قدم بہ قدم نہ چلو —
 جو شخص شیطان کے قدم بہ قدم چلا تو وہ بے حیائی اور بری بات
 کا حکم کرتا ہے —“

(ب) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً
 وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ
 مُّبِينٌ ۚ

” اے ایمان والو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ
 اور شیطان کے قدم بہ قدم نہ چلو، اس میں کوئی شک نہ کرنا کہ وہ تمہارا
 کھلا دشمن ہے “

قرآن کا یہ فرمان کہ ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً (اسلام میں پورے
 پورے داخل ہو جاؤ) صاف صاف بتا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہیں

۱۔ القرآن الحکیم ، سورۃ النور ، ۲۱

۲۔ القرآن الحکیم ، سورۃ البقرہ ، ۲۰۸

کہ دینِ اسلام میں داخل ہونے کے بعد کچھ باتیں اللہ کی مان لی جائیں اور کچھ باتیں
کی ————— یہ دوسری اطاعت اور دوسری وفاداری عقل و دانائی کے بھی
خلاف ہے ————— ایک ملک میں دو بادشاہوں کا حکم نہیں چل سکتا چہ جائیکہ
بادشاہ اور اس کے باغی کا حکم ساتھ ساتھ چلے !

لیکن افسوس ہمارے بعض بادشاہوں اور شاعروں نے مسلم
معاشرے کو باغیانہ فکر دیا، جس نے مزاجوں کو مسموم کر دیا —————
ایک شاعر کہتا ہے :

خط کے آنے سے ہوا معلوم جانا حسن کا

نو خطوں نے اب نکال پیش خانہ حسن کا

شعائرِ اسلام کا مذاق اڑایا، حلال کو حرام اور حرام کو حلال بتایا گیا اور
سب نے ٹھنڈے دل سے سُنا اور خاموشی سے تماشا دیکھا —————
کسی کو ہمت نہ ہوئی کہ ٹوکنا ————— شاعر کے لئے چہرہ بے ریش
ہی گہوارہ حسن و جمال ہے ————— داڑھی کیا نکلی گویا حسن و جمال کا
سارا بکھیرا پھیل گیا ————— سبحان اللہ! اس معیارِ حسن پر ماتم کیجئے
جو دیکھتے ہی دیکھتے ایک مختصر سی داڑھی کی نذر ہو گیا ————— انگریزی شاعر
کیٹس نے کیا خوب کہا ہے :-

”حُسن، صداقت ہے ————— اور صداقت، حسن

ہے، دنیا میں رہ کر یہی ہمیں جانتا چاہئے اور اسی کی ہم کو

ضرورت ہے“

ہاں جس طرح سچائی کو زوال نہیں اسی طرح حسنِ حقیقی کو بھی زوال نہیں
یہ وہ جمال ہے جو پسندیدہ جمیل ہے — اَللّٰهُ جَمِيْلٌ يُحِبُّ
الْجَمَالَ —

چنانچہ قرآن میں جہاں ابلیس کی چال چلنے والوں اور اس کی امیدیں
اور دعووں سے لو لگانے والوں کے لئے یعنی حسنِ حقیقی سے روگردانی کرنیوالوں
کے لئے یہ وعید ہے :-

اُولٰٓئِكَ مَا لَهُمْ جَهَنَّمُ وَلَا يُجَدُّوْنَ
عَنْهَا سَجِيصًا ۝

” یہی لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ اس سے
بچ نکلنے کی جگہ نہ پائیں گے “

وہاں اللہ و رسول (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے چاہنے والوں اور ان کے
بتائے ہوئے رستے پر چلنے والوں یعنی حسنِ حقیقی کے پرستاروں کے لئے
یہ خوشخبری اور بشارت بھی ہے :-

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا
الْاَنْهَارُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا وَعْدًا لِّلّٰهِ
حَقًّا وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ

قِيْلَ ۝ ۱۵

” جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے اچھے کام کئے
تو ہم ان کو ایسے باغوں میں لے جائیں گے جن کے نیچے نہریں
بہہ رہی ہیں، یہ لوگ یہاں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، اللہ کا یہ وعدہ
سچا ہے اور کوئی بے جس کی بات اللہ سے زیادہ سچی ہو؟“

۱۵ القرآن الحکیم ، سورۃ النّار ، ۱۲۲

وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيهِمْ لَاحِقًا

کبھی کبھی دل یہ سوال کرتا ہے کہ جب واڑھی اسلام کی عظیم نشانی ہے اور پہلے پہل غیر مسلم اہل کتاب اور کفار و مشرکین نے اس نشانی کو مٹایا تو آخر ہم اس کو کب سے مٹانے لگے اور کیوں مٹانے لگے؟ — ہم نے صدیوں اس نشانی کی حفاظت کی، پھر یہ خود بخود کیا ہوا کہ اپنے ہاتھوں اپنی نشانیاں فنا کرنے لگے؟ — آخر یہ انقلاب آیا تو کیسے آیا؟ — یہ آفت آئی تو کیونکر آئی؟ —

متاع راحت شادی ما بغارت داد

چہ فتنہ بود کہ ناگہ درآمد از دریا

سوال بڑا معقول ہے — ایک ولی کامل حضرت ابو بکر و راق

علیہ الرحمہ سے اس سوال کا بصیرت افروز جواب سنئے! — آپ فرماتے ہیں :-

النَّاسُ ثَلَاثَةٌ، الْعُلَمَاءُ وَالْأُمَرَاءُ وَالْفُقَرَاءُ فَإِذَا

فَسَدَ الْعُلَمَاءُ فَفَسَدَ الطَّاعَةُ وَالشَّرِيعَةُ وَإِذَا فَسَدَ الْأُمَرَاءُ

فَسَدَ الْمَعَاشُ وَإِذَا فَسَدَ الْفُقَرَاءُ فَفَسَدَ الْخَلْقُ لَهُ

لہ علی جویری : کشف المحجوب ، (مطبوعہ لاہور، ۱۹۲۳ء) ، ص ۱۱۳

”تین قسم کے لوگ ہیں علماء، امرا اور فقراء۔۔۔۔۔ جب علماء میں تباہی آتی ہے تو بندگی اور شریعت کی پابندی دونوں ڈالوا ڈول ہو جاتے ہیں۔۔۔۔۔ جب امرا میں تباہی آتی ہے تو لوگوں کی گزر بسر اور معاش میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے اور جب فقراء میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے تو اخلاق غت رہو ہو کر رہ جاتے ہیں“

بادشاہوں اور وزیروں کی تباہی ظلم سے ہوتی ہے، لالچ و حرص سے علماء تباہ ہوتے ہیں اور ریا و نام و نمود سے فقراء خاک میں مل جاتے ہیں۔۔۔۔۔ جب تک بادشاہ، وزیر علماء سے منہ نہیں موڑتے، تباہ نہیں ہوتے۔۔۔۔۔ اور جب تک علماء، بادشاہوں اور وزیروں کی صحبت سے دور رہتے ہیں، تباہ نہیں ہوتے اور جب تک فقراء، نام و نمود کی خواہش سے دور رہتے ہیں، تباہ نہیں ہوتے۔

اگر تاریخ اسلام کو پڑھا جائے (خصوصاً اس صدی کی تاریخ کو) تو ہمیں بہت ایسے علماء ملیں گے جن کی تباہی نے افرادِ ملت کے دلوں سے بندگی کی لذت چھین لی اور شریعت و طریقت کا باغی بنا دیا۔۔۔۔۔ سچ کہا ہے کہ ساری مخلوق الہی کی تباہی، بربادی علماء، امرا اور فقراء کی تباہی میں مضمر ہے۔۔۔۔۔

داڑھی کو اللہ نے پسند کیا، اس کے رسول (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے پسند کیا، اس کے فرشتوں نے پسند کیا۔۔۔۔۔ اور پھر صحابہ نے سینہ سے لگایا، چاروں اماموں نے اس کی حرمت کا اعلان کیا۔۔۔۔۔ بزرگوں نے اپنے اپنے چہروں کو اس سے زینت بخشی۔۔۔۔۔

پہلے اوراق میں اللہ جل مجدہ اور اس کے رسول کریم (علیہ الخیرۃ والتسلیم) کے احکام وارشادات بیان کئے گئے۔۔۔۔۔ اب کچھ فرشتوں کی باتیں سن لیں، پھر ائمہ اربعہ اور بزرگوں کی باتیں سنائیں گے :-
 (۱) قَدْ ذَكَرَ فِي بَعْضِ الْأَخْبَارِ أَنَّ لِلَّهِ مَلَائِكَةً يَقْسِمُونَ
 وَالَّذِي سَرَّيْنِ بَنِي آدَمَ بِاللُّحَى لَهُ
 ”بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے یوں قسم کھاتے ہیں کہ قسم ہے اس فرائض کی جس نے اولادِ آدم کو داڑھی سے زینت بخشی۔“

(۲) اب، إِنَّ لِلَّهِ مَلَائِكَةً تَسْبِيحُهُمْ سُبْحَانَ مَنْ سَرَّيْنِ الرِّجَالِ

بِاللُّحَى وَالنِّسَاءِ بِالْفُرُوقِ ۱۷

”بے شک اللہ عزوجل کے کچھ فرشتے ہیں جو اس طرح اللہ کا ذکر کرتے ہیں، پاک ہے وہ ذات جس نے مردوں کو داڑھیوں سے زینت بخشی اور عورتوں کو زلفوں سے“

آسمان و زمین میں داڑھی کی یہی قدر و منزلت تھی جس نے صحابہ کو اس کا آرزو مند بنایا۔۔۔۔۔ تشریح قاضی جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں قاضی تھے، ان کی پیدائشی داڑھی نہ تھی جس سے وہ بہت رنجیدہ رہتے تھے اور کبھی کبھی عالمِ حزن و یاس میں فرمایا کرتے تھے:-

”میری آرزو ہے کاش دس ہزار دے کر داڑھی مل جاتی“ ۱۸

اسی طرح احنف بن قیس جو مشہور تابعی ہیں وہ پیدائشی طور پر اس نعمت سے محروم تھے، ان کے دوست احباب کہتے تھے:-

”اگر بیس ہزار میں بھی داڑھی ملتی تو احنف کیلے قریتے“

۱۷ ابو حامد محمد بن محمد غزالی: کیمیائے سعادت، (بجوالعۃ الضعۃ، ص ۴۰)

۱۸ لعة الضعۃ: (مطبوعہ لاہور) ص ۲۴

۱۹ ایضاً: ص ۲۴

فقہ اسلامی کے چاروں اماموں نے دائرہ منڈانا حرام لکھا ہے اور دائرہ منڈانا واجب — کوئی ایسا نہیں جس کا ذرہ برابر منڈانے کی طرف جھکاؤ محسوس ہو — ہر مسلک فکر نے اس کا احترام کیا ہے اور اس کو قدر منزلت کی نظر سے دیکھا ہے۔

(ا) امام محمد فرماتے ہیں :-

وَكَذَٰلِكَ يَحْرُمُ عَلَى الرَّجُلِ قَطْعُ لِحْيَتِهِ ۚ

”اور اسی طرح مرد کو دائرہ منڈانا حرام ہے“

(ب) فقہ حنفی کی کتاب درمختار میں ہے :-

يَحْرُمُ عَلَى الرَّجُلِ قَطْعُ لِحْيَتِهِ ۚ

”مرد کے لئے دائرہ منڈانا حرام ہے“

(ج) فقہ شافعی کی کتاب شرح اربعاب میں ہے :-

قَالَ الْأَذْرُعِيُّ الصَّوَابُ تَحْرِيمُ حَلْقِهَا جُمْلَةً

۱۔ کتاب الآثار ، (بجوالہ میروتی ، دائرہ منڈانا حرام ، میرٹھ ، ص ۲۱)

۲۔ درالمختار شرح تنویر الابصار ، (بجوالہ المغة الفنی ، ص ۳۴)

بِغَيْرِ عِلَّةٍ وَقَالَ ابْنُ الرَّافِعِ إِنَّ الشَّافِعِيَّ نَصَّ
فِي الْأُتَمِّ بِالتَّحْرِيمِ ۱۵

” امام اذہمی فرماتے ہیں کہ صحیح یہی ہے کہ بلا ضرورت شدیدہ
داڑھی منڈانا حرام ہے اور امام ابنِ رافع کہتے ہیں کہ کتاب ” اتم نہیں
خود امام شافعی نے اس کے حرام ہونے کی تصریح کی ہے “
(ھ) فقہ مالکیہ کی کتاب ”الابداع“ میں ہے :-

مَذْهَبُ السَّادَةِ الْمَالِكِيَّةِ حُرْمَةُ حَلْقِ
الْلِّحْيَةِ وَكَذَا اقْصَرُهَا إِذَا يَحْصُلُ بِهِ مُثْلَةٌ ۱۶
” حضرات مالکیہ کا مذہب یہ ہے کہ داڑھی منڈانا حرام ہے
اور اسی طرح اس کا کتر وانا بھی حرام ہے جب کہ اس سے صورت بگڑے “
(و) مؤطا امام مالک میں ہے :-

كَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا حَلَقَ رَأْسَهُ فِي حَجٍّ
أَوْ عُمْرَةٍ أَخَذَ مِنْ لِحْيَتِهِ وَشَارِبِهِ ۱۷
” ابن عمر حج یا عمرہ کرتے وقت جب سر منڈایا کرتے تھے تو
اپنی داڑھی اور مونچھوں سے بھی لیا کرتے تھے “

۱۵ سید جمال الدین عبداللہ بن محمد الحسینی ، شرح اربعاب (بحوالہ بیروتی ، داڑھی کی قدر و قیمت ، میرٹھ ، ص ۲۱)

۱۶ الابداع فی مضار الابداع ، (بحوالہ ظاہر شاہ ، داڑھی قرآن و حدیث کی روشنی میں ، مدین ، ص ۶۷)

۱۷ امام ابو عبداللہ مالک بن انس ، مؤطا امام مالک ، مطبوعہ دہلی ، ص ۱۵۵

(ن) فقہ حنبلی کی کتابوں شرح المفتی اور شرح منظومۃ الادب میں ہے :-

اَلْعَقْدُ حُرْمَةٌ خَلِقَهَا وَمِنْهُمْ مَنْ صَرَّحَ
بِالْحُرْمَةِ وَلَمْ يَحُدِّ خِلَافًا كَصَاحِبِ الْاِنْصَافِ
” معتبر قول یہی ہے کہ داڑھی منڈانا حرام ہے اور بعض علماء مثلاً

مؤلف انصاف نے حرمت کی تصریح کی ہے اور اس حکم میں کسی کا
بھی خلاف نقل نہیں کیا “

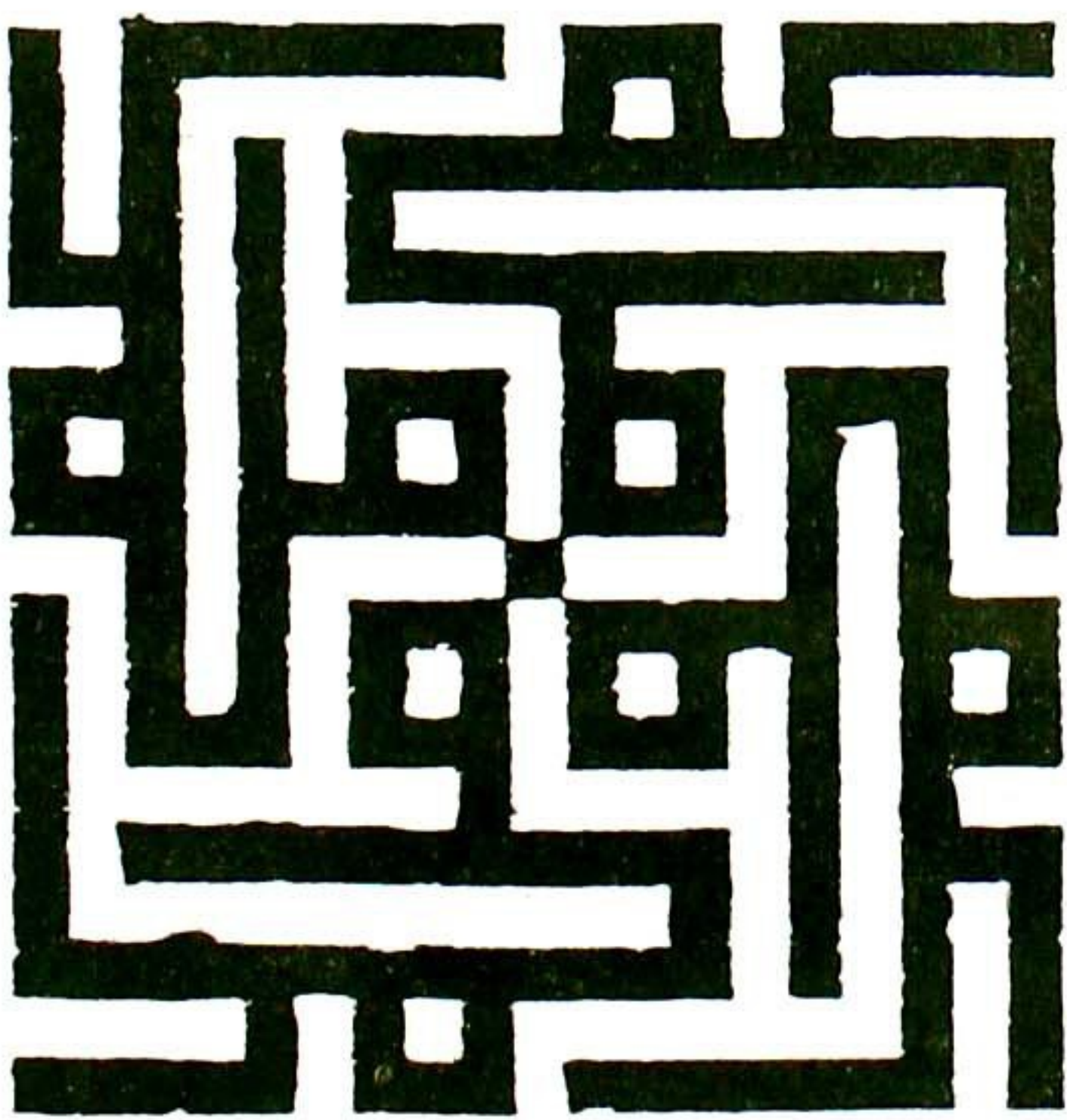
آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ فقہ اسلامی کے چاروں امام اس پر متفق ہیں
کہ داڑھی منڈانا حرام ہے جو اماموں کی تقلید نہیں کرتا، اس کے لئے قرآن و حدیث
کا ارشاد کافی ہے — تاریخ شہادت دیتی ہے کہ دور رسالت مآب
(صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد سے دور صحابہ، دور تابعین، دور تبع تابعین اور
اس کے بعد کے ادوار میں گزشتہ تیرہ سو برس میں کسی ولی، صوفی، عالم،
حافظ، قاری نے داڑھی کو صاف نہیں کرایا بلکہ عامۃ المسلمین میں اس کو حسن و
جمال کی نشانی سمجھا جاتا تھا — ہاں چودھویں صدی کے آغاز سے
انقلابات آئے اور ان آنکھوں نے بہت کچھ دیکھا۔

عرض کیا جا چکا ہے کہ داڑھی کو اگر صاف کرایا ہے تو یہودیوں نے
عیسائیوں نے، مجوسیوں نے، دہریوں نے اور ہندوؤں نے — اب
یہ ہر مسلمان کے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا دامن

لہ (۱) شرح المفتی، (بجوالہ ظاہر شاہ، داڑھی قرآن و حدیث کی روشنی میں، مدینہ، ص ۷۰)۔
(ب) مخرج منظومۃ الادب (بجوالہ مذکورہ)

والبستہ کرنے کے بعد کیا وہ یہ پسند کرے گا کہ وہ راہ اختیار کرے جو خدا اور
 رسول کے دشمنوں نے اختیار کی ————— عقل بھی یہی کہتی ہے اور دل بھی یہی
 کہتا ہے کہ ایسا نہ کرنا چاہئے ————— محبت ہوتے ہوئے دشمن محبوب کی حال
 پر چلنا ناممکن ہے ————— تو جو بھی چلا، بغیر شعوری طور پر چلا ————— دیکھا
 دیکھی چلا ————— اس کو خبر نہیں کہ اس نے کیا کیا اور وہ کیا کر رہا ہے ؟
 ————— خبر ہوتی تو کیوں کرتا؟ ————— محبت ہوتے ہوئے اختیار کی راہ پر
 چلنا ناممکن ہے ————— ہاں محبوب کی راہ پر چلنا آسان ہے ————— یہ
 ایک نفسیاتی حقیقت ہے ————— مگر افسوس ہم نے آسان کو مشکل بنا دیا اور
 مشکل کو آسان ۷

دشوار تو یہی ہے کہ دشوار بھی نہیں!



یہ تو آپ نے دیکھ لیا کہ داڑھی کا حکم عرشِ بریں سے آیا، اس کے فرشتوں نے آسمان کی بلندیوں میں اس کا چرچا کیا، اس کے رسولِ کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے عمل کر کے اپنے متوالوں کو طاعت و بندگی کا سلیقہ بتایا ————— پھر اہل بیت اطہار نے عمل کیا، صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عمل کیا، تابعین نے عمل کیا، تبع تابعین نے عمل کیا ————— الغرض عمل کا یہ سلسلہ آج تک ختم نہ ہوا ————— ہاں پوچھنے والا یہ پوچھ سکتا ہے کہ اس لَوْفِ رَحِیم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے اس کا کوئی پیمانہ بھی متعین فرمایا؟ ————— ثمرِ لیت میں کوئی چیز بے پیمانہ نہیں ————— ہر چیز کا ایک پیمانہ ہے ————— ہر چیز کی ایک حد ہے ————— کوئی چیز لا محدود اور غیر معین نہیں کہ لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ————— وہ ہمارے لئے آسانیاں چاہتا ہے، دشواریاں نہیں ————— یُرِیدُ اللّٰهُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیدُ بِکُمُ الْعُسْرَ ————— وہ

۱۔ القرآن الحکیم ، آل عمران ، ۲۸۶

۲۔ ایضاً ، البقرہ ، ۱۸۵

اپنے بندوں پر رحیم و کریم ہے ————— کَتَبَ عَلٰی نَفْسِ الرَّحْمٰنِ لَه
 ————— بیشک اس نے اپنے حبیبِ لبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو داڑھی رکھنے
 کا حکم دیا تو کوئی پیمانہ بھی بتایا ہوگا ————— !

شرعیّت نے کوئی ایسی بڑی ذمہ داری عائد نہیں کی جو خلافِ فطرت
 ہو اور فطرتِ انسانی پر گہراں ہو ————— جو فرض عائد کیا گیا وہ تقاضائے
 فطرت ہے بلکہ عینِ فطرت کہ اسلام دینِ فطرت ہے ————— لمبی چوڑی
 داڑھی کی ضرورت نہیں ————— صرف ایک مشّت کافی ہے جو ظاہری و
 معنوی حسن و جمال کو دو بالا اور شوکت و صولت کو دو چند کرتی ہے —————
 یہ بات سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اہل بیتِ کرام اور صحابہ عظام
 رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے عمل سے ثابت ہے ————— اس پیمانے سے
 کم کسی سے ثابت نہیں ————— ہاں ہم گنہ گاروں کے عمل سے ضرور
 ثابت ہے، ثبوت و حجت کے لئے ہمارا عمل، عقل و دل دونوں کے لئے
 ہیج ہے —————

آئیے! تاجدارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار میں حاضر
 ہوں اور آپ کو ایک نظر بھر کے تو دیکھیں ————— مگر کسی کی تاب ہے
 کہ نظر بھر کے دیکھے؟ ع۔
 پامال اک نظر میں ثبات و قرار ہے!

تو پھران کے پاس چلیں جو دیدار سے مشرف ہو چکے ہیں — سناؤ وہ کیا کہتے ہیں :-

(۱) اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْخُذُ مِنْ لِحْيَتِهِ مِنْ طُولِهَا وَمِنْ عَرْضِهَا ۚ
 ”نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ریش مبارک کے طول و عرض سے لیا کرتے تھے“

سید علی زاوہ، شرح شرعۃ الاسلام میں لکھتے ہیں :-
 (وَكَذَلِكَ إِحْفَاءُ الشَّوَارِبِ وَإِعْفَاءُ اللَّحْيَةِ
 فَإِنَّهُ) أَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (كَانَ
 يَأْخُذُ مِنْ عَرْضِهَا وَطُولِهَا) إِذَا نَادَى عَلَى قَدَرِ
 الْقُبْضَةِ (و) كَانَ يَفْعَلُ ذَلِكَ الْآخِذَ فِي
 الْخَيْبِيسِ أَوِ الْجُسْعَةِ (وَلَا يَتْرُكُهُ مُدَّةً طَوِيلَةً
 فَوْقَ الْأُسْبُوعِ ۚ

” (اور یونہی نہیں لپیٹ کرنا اور داڑھی بڑھانا ہے کیونکہ آپ) یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (اپنی ریش مبارک کے طول و عرض سے لیا کرتے تھے) جبکہ ریش مبارک مٹھی بھر سے زائد ہوتی (اور) یہ

(یعنی ریش مبارک سے لینے کا عمل جمعرات یا جمعہ کو) کیا کرتے تھے
اور زیادہ سے زیادہ تاخیر ایک ہفتہ کی ہوا کرتی تھی۔“

(ب) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :-

كَانَتْ لِحَيَّتِهِ قَدْ مَلَكَتْ مِنْ هُنَا إِلَى هُنَا،
وَأَمَرَ يَدِيَّ عَلَى عَارِضَتَيْ لَه

” حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک یہاں سے یہاں تک
بھری ہوئی تھی (یہ کہتے ہوئے حضرت انس نے اپنے دونوں رخساروں
پر ہاتھوں کو پھیرا)“

اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک غیر معمولی لمبی ہوتی تو حضرت
انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اوپر سے نیچے کی طرف اشارہ فرماتے لیکن آپ نے ایسا
نہ کیا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ریش مبارک سینہ کے اوپر ہی پھیلی ہوئی تھی
چنانچہ ایک حدیث شریف میں آتا ہے :-

كَثُ الدِّحْيَةِ تَمْلَأُ صَدْرَهُ لَه (ج)

” گھنی داڑھی جس سے سینہ مبارک بھرا بھرا معلوم ہوتا تھا“

یہاں بھی یہ نہ کہا گیا کہ ریش مبارک شکم مبارک پر پھیلی ہوئی تھی —
یک مشت داڑھی ہی سینے پر پھیلتی ہے — غیر معمولی داڑھیاں سینے

سے شکم تک جا پہنچتی ہیں۔

بعض اخبار و آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ایک مشت داڑھی رکھا کرتے تھے، اس سلسلے میں مندرجہ ذیل آثار و اخبار و تابل توجہ میں :-

(ا) وَكَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ خُذُوا مَا تَحْتَ الْقُبْضَةِ ۝

”حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے، مشت سے زیادہ کاٹ دو۔“

(ب) وَقَدْ رَوَى أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ كَانَ يَقْبِضُ عَلَى لِحْيَتِهِ فَمَا فَضُلَ عَنْ قُبْضَةِ جَزَةٍ ۝

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی داڑھی کو مٹھی میں لیتے، مٹھی سے زیادہ ہوتی، کتر دیتے۔“

(ج) عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّكَ كَانَ يَقْبِضُ عَلَى لِحْيَتِهِ ثُمَّ يَقْصُ مَا تَحْتَ الْقُبْضَةِ ۝

۱۔ محی الدین عبدالقادر : الغنیۃ لطالبی طریق الحق ، مطبوعہ قاہرہ ۱۳۷۶ھ ، ص ۱۴

۲۔ ایضاً : ص ۱۴

۳۔ آثار البوصیفہ : (بحوالہ فتح القدر للعلامہ ابن الہمام ، مطبوعہ مصر ، ج ۱ ، ص ۷۶ ، ۷۷)

” حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما داڑھی کو مٹھی میں لیتے پھر مٹھی سے جتنی زیادہ ہوتی، کتر ڈالتے “

(د) عَنْ مَرْوَانَ ابْنِ سَالِمٍ الْمُقْنَعِ قَالَ رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَقْبِضُ عَلَى لِحْيَتِهِ فَيَقْطَعُ مَآثِرًا دَعَا عَلَى لُكْفٍ ۝

” مروان بن سالم المقنع کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ

کو دیکھا کہ داڑھی کو مٹھی میں لیا، پھر مٹھی سے زیادہ کاٹ لی “
(ه) عَنْ أَبِي سُرْعَةَ قَالَ كَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقْبِضُ عَلَى لِحْيَتِهِ فَيَأْخُذُ بِمَا فَضُلَ عَنِ الْقُبْضَةِ ۝

” ابو زرہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی داڑھی کو مٹھی میں لیتے، پھر مٹھی سے جتنی زیادہ ہوتی کاٹ دیتے “

بہر کیف مندرجہ بالا اخبار و آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ریش مبارک کو طول و عرض میں لیا کرتے تھے، ریش مبارک گھنی تھی اور سببہ بھرا بھرا معلوم ہوتا تھا اور صحابہ کرام ایک مشت داڑھی رکھا کرتے تھے اس لئے فقہائے کرام نے ایک مشت داڑھی کو مسنون لکھا ہے :-

۱۱۱ ابوداؤد و نسائی ، (بحوالہ فتح القدیر ، ص ۷۶ ، ۷۷)

۱۱۲ بخاری شریف ، (بحوالہ مذکورہ ، ص ۷۶ ، ۷۷)

(ا) وَالسُّنَّةُ قَدَرُ الْقُبْضَةِ فَمَا زَادَ قَطَعَهُ ۝
 ”ایک مشّت دار بھی ہی سنت ہے، اس سے جو زائد ہوا سے
 کاٹ دیا جائے۔“

(ب) السُّنَّةُ فِيهَا الْقُبْضَةُ ۝
 ”ایک مشّت دار بھی مسنون ہے۔“

(ج) وَلَا يَفْعَلُ لِتَطْوِيلِ الْحَيَةِ إِذَا كَانَتْ بِالْقَدَرِ
 الْمُسْنُونِ وَهُوَ الْقُبْضَةُ ۝
 ”دار بھی کو لمبائی سے نہ لے جب کہ وہ سنت کے مطابق ہو

_____ اور سنت کے مطابق دار بھی ایک مشّت ہے۔“
 حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مشّت سے زیادہ دار بھی کاٹ دیا کرتے
 تھے، چنانچہ حدیث میں آتا ہے :-

(د) وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا حَجَرَ أَوْ اعْتَمَرَ قَبْضَ الْحَيَةِ
 فَمَا فَضُلَ أَخَذَهُ ۝

”ابن عمر رضی اللہ عنہما جب حج کرتے یا عمرہ کرتے (تو دیکھا گیا)
 کہ اپنی دار بھی کو مسمطی میں لیتے، جتنی زائد ہوتی، کاٹ دیتے۔“

۱۵ ابن نجیم، زین العابدین بن ابراہیم بن محمد: البحر الرائق (بحوالہ دار بھی قرآن و حدیث کی روشنی میں، ص ۴)
 ۱۶ در المختار (بحوالہ مذکورہ)

۱۷ ابوالحسن علی بن ابوبکر بن عبد الجلیل: الہدایہ، ج ۱، ص ۲۲۱

۱۸ صحیح بخاری، ج ۲، ص ۸۷۵

(ھ) عنایہ میں ہے :-

اِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا
كَانَ يَقْبِضُ عَلَى لِحْيَتِهِ وَيَقْطَعُ بِمَا وَاَاءَ الْقُبْضَةِ
”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنی دائرہ کو مٹھی میں لے کر
جتنی زیادہ ہوتی، کاٹ دیتے۔“

(و) حضرت امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی یہی تحریر فرمایا ہے کہ ایک
مشت دائرہ رکھنا سنت ہے، آپ فرماتے ہیں :-

وَالسُّنَّةُ فِيهَا الْقُبْضَةُ وَهُوَ اَنْ يَقْبِضَ
الرَّجُلُ لِحْيَتَهُ فَمَا سَرَادَ مِنْهَا عَلَى قُبْضَةٍ
قَطَعَهُ ۞

”دائرہ ایک مشت ہی سنت ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ
آدمی اپنی دائرہ کو مٹھی میں لے، مٹھی سے جتنی دائرہ باہر نکل آئے
اس کو کاٹ دے۔“

لیکن ایک مشت ہوتے ہوئے دائرہ کا ٹنا شرعاً حرام ہے :-
(۱) تَقْصِيرُ اللَّحْيَةِ مِنْ قَدَرِ الْمَسْنُونِ وَهُوَ الْقُبْضَةُ
حَرَامٌ ۞

۱۔ محمد بن محمود الباقی ، عنایہ علی الہدایہ ، ج ۲ ، ص ۷۶

۲۔ کتاب الآثار ، (بحوالہ ”دائرہ قرآن و حدیث کی روشنی میں“ ، ص ۴۸)

۳۔ الرزاقی ، (بحوالہ مذکورہ)

” داڑھی اگر سنت کے مطابق ایک مشت ہے تو پھر اس میں سے

کاٹنا حرام ہے۔“

کیونکہ ایک مشت سے کم داڑھی رکھنا مسلمانوں کے شعار میں نہیں بلکہ شعارِ اغیار ہے جیسا کہ فتح القدیر میں ہے :-

(ب) الْأَخْذُ مِنْ دُونِ اللَّحْيَةِ وَهِيَ دُونَ الْقُبْضَةِ كَمَا يَفْعَلُ
بَعْضُ الْمَغَارِبَةِ وَمُخَشَّةَ الرِّجَالِ الخ ۱

” ایک مشت سے کم داڑھی ہو تو اس میں سے لینا ایسا ہی ہے

جیسے بعض مغربی زمانے زرخے کرتے ہیں۔“

ہاں ایک مشت سے زیادہ ہو تو کاٹنا واجب ہے جیسا کہ نہایہ میں ہے :-

(ج) وَصَرِّحَ فِي النِّهَايَةِ بِوُجُوبِ قَطْعِ مَا سِوَا دَعْلَى
الْقُبْضَةِ ۲

” اور نہایہ میں اس کی صراحت موجود ہے کہ داڑھی ایک مشت

سے زیادہ ہو تو اس کا کاٹنا واجب ہے۔“

یہاں یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ داڑھی تو ایک مشت ہے

لیکن اس کو دھاگہ سے باندھ لیا گیا ہے جیسا کہ سندھ، بلوچستان اور راجپوتانہ کے بعض قبائل کرتے ہیں تو ایسا کرنا بھی شرعاً جائز نہیں، چنانچہ حدیث میں آیا ہے :-

۱ فتح القدیر ، ج ۲ ، ص ۷۷

۲ در المختار ، (جوابہ ” داڑھی قرآن و حدیث کی روشنی میں “ ص ۶۳)

إِنَّهُ مَنْ عَقَدَ لِحَيَاتِهِ ——— فَإِنَّ مُحَمَّداً
بَرِيئاً مِنْهُ ۝

” جس نے اپنی دائرہ کو باندھ لیا پس بے شک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس سے بے تعلق و بیزار ہے “

بعض جوان سال علماء اس شرم سے کہ چھوٹی سی عمر میں بڑی سی دائرہ اپنی دائرہ کو موسوس موسوس کر ٹھوڑی کے نیچے سمیٹتے رہتے ہیں اور اعفارِ خفی کو اعفارِ جلی پر ترجیح دیتے ہیں، تو ایسے حضرات حدیثِ مذکور کے ذیل میں تو نہیں آتے مگر اس حدیث کے ہوتے احتیاط اسی میں ہے کہ دائرہ کو موسوس کر الیسا نہ بنا دیا جائے کہ دیکھنے میں لپٹی ہوئی، بندھی ہوئی اور ایک مشت سے چھوٹی نظر آئے حالانکہ حقیقتاً وہ شریعت کے مطابق مگر اٹھان ہی ایسی ہے کہ چھوٹی معلوم ہوتی ہے۔

بہر حال شرعاً تو دائرہ ایک ہی مشت ہے لیکن جو لوگ اتنی ہمت نہیں کر سکتے وہ بسم اللہ تو کریں اور اللہ کے لئے جتنی رکھ سکتے ہیں، رکھیں، انشاء اللہ تعالیٰ تو رفیق الہی شامل حال رہے گی، مگر ایک مشت سے کم دائرہ پر قانع نہ رہنا چاہئے۔ ہمت بلند تو جنت پر بھی قانع نہیں رہتی ۝

قانع نیم رہبشت نیزم بخشند !
از بخششِ خاص تا چہ چیزم بخشند

امید کہ صرف رونمائی تو شود

جانے کہ بہ روزِ رستخیزم بخشند!

لیکن یہ دائرہ فیشن کی پیروی میں نہ ہو جیسا کہ دیکھا جاتا ہے کہ کبھی اچانک دائرہ پھیل
بڑھتی چلی جاتی ہیں، پھر اچانک ایک روائی ہے کہ گھٹتی چلی جاتی ہیں —
تو ایسی موسمی دائرہ صیوں کو ثواب سے کوئی تعلق نہیں — اصل چیز نیت،
ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے :-

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَلِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَى
فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ فَهِجْرَتُهُ
إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى الدُّنْيَا
يُصِيبُهَا الْحَدِيثُ، لہ

” اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے، ہر شخص جیسی نیت کریگا
وہی اسی پائے گا — جس نے اللہ و رسول کے لئے ہجرت
کی ہے تو اس کی ہجرت اللہ و رسول ہی کے لئے سمجھی جائیگی اور
جس نے دنیا کے لئے ہجرت کی تو وہ اسی کو پائے گا —“

دائرہ کی ساخت کا سہ تو طے ہو گیا، اب مونچھوں کی ساخت
کا بھی اندازہ ہو جائے تو اچھا ہے — احادیث شریفہ میں مونچھیں کھٹانے
اور کم کرنے کی ہدایت کی گئی ہے، بہت سی احادیث پیچھے گزر چکی ہیں —

چند احادیث یہ ہیں :-

(ا) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْضُ شَارِبَةً وَيُذْكَرُ عَٰبِرَاهُمَا
كَانَ يَقْضُ شَارِبَةً ۝

” حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی مونچھیں کم کرتے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی یہی کرتے تھے “

(ب) وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ
الْمَجُوسَ جَزُؤًا لِحَاثِهِمْ وَفَرُؤًا شَوَارِبَهُمْ
وَإِنَّا نَحْنُ نَجُزُ الشَّوَارِبَ وَنُعْفِي اللَّحَى وَ
هِيَ الْفِطْرَةُ ۝

” رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجوس نے اپنی داڑھیاں کٹائیں اور مونچھیں بڑھائیں اور ہم ضرور مونچھیں کٹاتے ہیں اور داڑھیاں بڑھاتے ہیں اور یہ فطرتِ انسانی کے عین مطابق ہے “

(ج) وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْفُوا

۱۔ ترمذی شریف ، ج ۲ ، ص ۱۱۸

۲۔ مجہد صالح اویسی : نصرۃ الملہم فی سبلۃ المسلم ، (مطبوعہ لاہور) ، ص ۳۳

الشَّوَارِبَ وَأَعْفُوا اللَّحْيَ لَهُ

” رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مونچھیں کٹاؤ

اور داڑھیاں لمبی کرو۔“

(د) كَانَ سَأْؤُكَ اللَّهُ عَلَى اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْصُ

شَارِبَهُ وَيَقُولُ مَنْ لَمْ يَأْخُذْ مِنْ شَارِبِهِ

فَلَيْسَ مِنَّا

” رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مونچھیں ترشواتے اور فرماتے کہ

جو لبوں کو نہ ترشواتے وہ ہم میں سے نہیں۔“

ان احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مونچھیں

کٹانے اور کم کرنے کا حکم دیا ہے اور اس عمل کو فطرت انسانی کے عین مطابق قرار دیا

ہے۔ اب یہ معلوم کرنا ہے کہ یہ کمی عرضاً (چوڑائی میں) اور طولاً (لمبائی

میں) مطلوب ہے یا عموداً (اونچائی میں) بھی مطلوب ہے۔ ایک حدیث

سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کمی طولاً و عرضاً ہی مطلوب ہے البتہ عموداً میں اختلاف

ہے کہ اس کی نوعیت کیا ہو۔ اصل بات یہ ہے کہ مونچھوں کے بال

چوڑائی اور لمبائی میں اتنے کثرت سے نہ ہوں کہ لبوں سے نکل کر منہ پر آگمیں اور

منہ کو تقریباً ڈھانک دیں جیسا کہ اکثر کفار و ہنود اور دوسرے غیر مسلموں کو

سہ ایضاً ، ص ۳۲

۱۶۱ ص ۱ ج ۱ ، زاد المعاد
۳۳۷ ص ۲ ج ۲ ، سفر السعاده

کو دیکھا جاتا ہے۔

ایک حدیث شریف میں ہے :-

(۱) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
رَأَى رَجُلًا وَشَارِبُ طَوِيلٌ فَقَالَ ائْتُونِي
بِمِقْصَصٍ وَسِوَاكِ فَجَعَلَ السِّوَاكِ عَلَى طَرَفِهِ
ثُمَّ أَخَذَ مَا جَاوَزَكَ لَهُ

” حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
ایک شخص کو دیکھا کہ اس کی مونچھیں بڑھی ہوئی ہیں، آپ نے فرمایا
میرے پاس قینچی اور مسواک لاؤ، آپ نے مسواک لبوں پر رکھی
پھر اس سے زائد سوج بال تھے انہیں کاٹ دیا “

دوسری حدیث میں ہے :-

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَى
رَجُلًا طَوِيلَ الشَّارِبِ يَأْخُذُ شَفْرَةً وَسِوَاكًا
فَيَضَعُ السِّوَاكَ تَحْتَ الشَّارِبِ وَيَقْصُصُ عَلَيْهِ
” رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی کسی آدمی کی مونچھیں بڑھی
ہوئی دیکھتے تھے تو قینچی اور مسواک لیتے، پھر مسواک مونچھوں پر رکھ کر
باقی کاٹ دیتے “

۱۰ نصرۃ اللہ فی سبۃ المسلم ، ص ۱۱

۱۱ ایضاً ، ص ۱۱

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ احادیث میں مونچھوں کو کم کرنے کا جو حکم دیا گیا ہے اس سے مراد لبوں کو ترشوانا ہے کیونکہ بعض اوقات جزو بول کر کل مراد لیتے ہیں، روزمرہ کی اصطلاح میں اگر لبوں کو کاٹا جائے تو اس کو مونچھیں کاٹنا ہی تصور کیا جائے گا۔ اس لئے مونچھوں کو درگھی کا حصہ قرار دیتے ہوئے، مونڈنے کی ممانعت کی گئی ہے :

وَ خَرَجَ بِقَصَّةٍ حَلَقَةٍ وَهُوَ مَكْرُوكٌ وَقِيلَ

حَرَامٌ لِّأَنَّهُ مُثَلَّةٌ ۝

” کاٹنے (قص) کی قید سے، مونڈنا (حلق) خارج ہوا

اس لئے مونچھیں مونڈنا مکروہ ہے، بعض کے نزدیک حرام ہے کہ یہ مثله ہے (یعنی خود کو بے صورت بنانا)

چنانچہ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ مونچھیں منڈانے کو مثله کے حکم میں شامل کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس کو سزا دی جائے :-

وَ كَانَ يَرَى حَلَقَةَ مُثَلَّةٍ وَ يَأْمُرُ بِأَدَبِ

فَاعِلِهِ ۝

اسلام کے ہر عمل میں مقصد و حکمت کے ساتھ ساتھ حسن و جمال بھی ہے

۱۰۱۱ الشارب بعض اللحية (بجرائق ، ج ۳ ، ص ۱۰)

۱۰۱۲ ملا علی قاری ، مرقاة شرح مشکوٰۃ ، ج ۱ ، ص ۳۰۱

۱۰۱۳ بدرالدین عینی ، عمدة القاری ، ج ۲ ، ص ۲۴

عقل نہیں پاسکتی ——— تو جب وہ ہندو ہو کر فاروقِ اعظم کی یاد میں اپنے کپڑوں کو پیوندوں سے سجاسکتے ہیں تو ہم مسلمان ہو کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد میں وارٹھیوں سے اپنے چہرے کیوں نہیں سجاسکتے؟

ہمارے ایمان کی چنگاری راکھ میں دبی ہے ——— بہت کم کے راکھ کے اس ڈھیر کو ہٹاؤ اور دنیا کو بتادو کہ ہم صرف نام کے مسلمان نہیں، ہم ان کی ہر ادھر قربان ہیں ——— ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فداکار و جاں نثار ہیں ——— ہم مردہ نہیں، زندہ ہیں ——— ہم غافل نہیں، ہشیار ہیں ——— ہم بھول گئے تھے ——— ہماری فکر و نظر کو اغیار کی جادوگری نے بے اثر کر دیا تھا ——— لیکن اب جاگ گئے ہیں اور اس ساحری کے سارے اثرات ہماری قوتِ ایمانی سے بے اثر ہو گئے ———

احقر محمد شعیب عود احمد عفی عنہ

پرنسپل

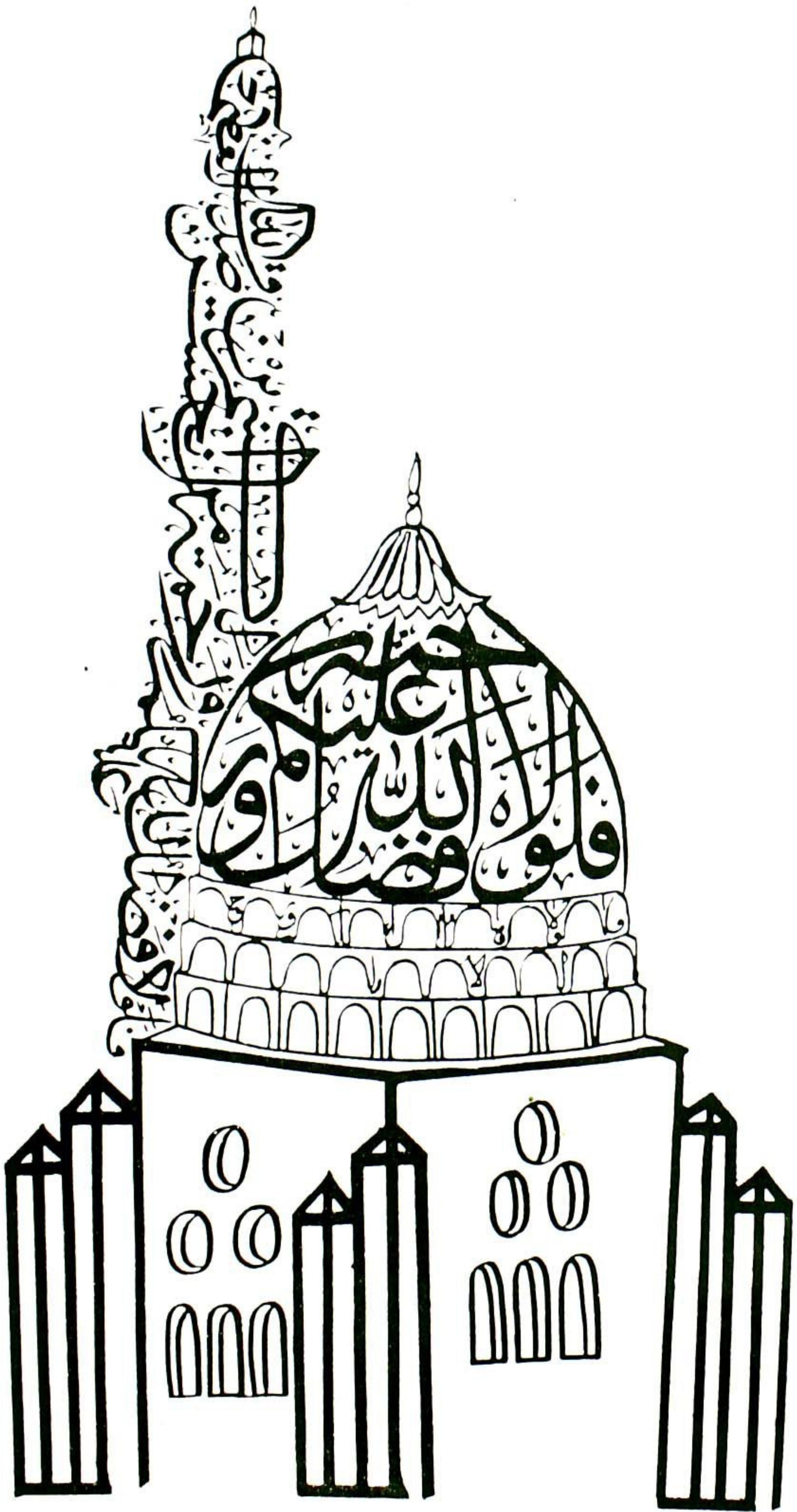
گورنمنٹ سائنس کالج سکرنہ

(سندھ - پاکستان)

۱۲ رجمادی الاولیٰ ۱۳۹۹ھ

مطابق

۱۰ اپریل ۱۹۷۹ء



فد لا فخر في سيرة ورحمته مكنة من الحبيب

لِمَا ذَكَرَهُ مِنْ لُبْسِ عُمَرَ الْمُرَفَّعَةِ وَ مَحَبَّتِهِمْ
لِلْمُسْلِمِينَ وَ مَنِيْلِهِمْ إِلَيْهِمْ لِمَا فِي قُلُوبِهِمْ مِنْ مَتَابَحْكَاهُ
ذَلِكَ الْغُلَامُ وَعَنْ عُمَرَ ۛ

” اور انہوں نے بتایا کہ ان کی ملاقات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابی اور جانشین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی ان کی خاکساری کا حال بھی بیان کیا کہ وہ پیوند لگے کپڑے پہنتے ہیں اور رات مسجد میں گزار دیتے ہیں، ان حالات کو سن کر لنگوالوں پر یہ اثر ہوا کہ یہ لوگ تواضع و انکساری کے لئے (حضرت عمر کی یاد میں) پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنتے ہیں اور مسلمانوں سے محبت کرتے ہیں اور ان کی طرف میلان رکھتے ہیں “

ایک گدڑی پوش جہاں باں و جہاں آرا کی سیرت مبارکہ کے اثرات اپنے دیکھے؟ — ہندو ہوتے ہوئے انہوں نے فاروقِ اعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی ایک ایسی نشانی کو اپنے سینے سے لگایا جو کپڑوں کو خوبصورت نہیں بلکہ عیب دار بنا دیتی ہے — مگر محبت کا یہ کمال ہے کہ وہ محبوب کی ہر شے کو حسین بنا دیتی ہے — دل نسبتوں کو دیکھتا ہے، عقل نسبتوں کو نہیں دیکھتی — عقل کی بصارت محدود ہے — دل کی بصارت محدود نہیں اس لئے جو دل پہنچتا

۱۔ بزرگ بن شہریار: عجائب الہند (بحوالہ ہندوستان عربوں کی نظر میں، مرتبہ مسعود علی ندوی، مطبوعہ اعظم گڑھ ۱۹۶۰ء)، ص ۲۱۵
نوٹ:۔ لیڈن (ہالینڈ) سے ۱۸۸۶ء میں عجائب الہند کا فرانسیسی ترجمہ شائع ہوا جو فان ڈر لیٹ نے کیا تھا۔ مسود

اسلام اور شعارِ اسلام کی محبت نے اپنے تو اپنے، غیروں پر بھی اپنا اثر دکھایا ہے۔۔۔۔۔ تیسری صدی ہجری کے اواخر اور چوتھی صدی ہجری کے اوائل کا ایک ایرانی جہانِ ران بزرگ بن شریار اپنے سفر نامے ”عجائب الہند میں تاریخ اسلام کا ایک حیرت انگیز واقعہ نقل کرتا ہے۔۔۔۔۔ اس نے تین صدیاں گزر جانے کے باوجود سیرتِ فاروقی کے کرشموں کو بحیثیت خود دیکھا۔۔۔۔۔ اللہ اکبر!۔۔۔۔۔ پہلی صدی ہجری میں محبت کی جو لہر آئی، تین صدیاں اس کو زائل نہ کر سکیں۔۔۔۔۔

بزرگ بن شریار کہتا ہے کہ لنکا سے دو ہندو پہلی صدی ہجری کے اوائل میں مدینہ منورہ پہنچے جہاں انہوں نے جو کچھ دیکھا اور بزرگ بن شریار نے جو کچھ سنا اور دیکھا، آپ بھی دیکھیں اور سنیں :-

وَرَأَيْتُهُمْ وَجَدُوا صَاحِبَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ وَوَصَفَ
لَهُمْ تَوَاضُعَهُ وَإِثْنًا كَانَ يَلْبَسُ مِرْقَعَةً وَ
يَبِيتُ فِي الْمَسَاجِدِ فَتَوَاضَعُ لَهُمْ لِأَجْلِ مَا
كَانَ لَهُمْ ذَلِكَ الْغُلَامُ لِبُسْهُمْ الثِّيَابَ الْمِرْقَعَةَ

مرزا قتل : بے! موعے می تراشم وے دل کے نمی خراشم!

(ہاں داڑھی مونڈ رہا ہوں، کسی کا دل تو نہیں چھیل رہا)

ایرانی : آرے، دل رسول اللہ می خراشی!

(ہاں ہاں تو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل چھیل رہا ہے!)

یہ سننا تھا کہ شاعر عشق کھا کر گر پڑا ————— بہت دیر بعد جب ہوش

آیا تو زبان پر یہ شعر تھا

جزاک اللہ کہ چشم باز کر دی

مرا با جانِ جاں ہمرا نہ کر دی

"خدا تجھ کو جزائے خیر دے کہ تو نے میری آنکھیں کھول دیں و مجھے

محبوب کا راز دار بنا دیا"

میرے عزیز و اور میرے بزرگو! جب کبھی اپنا شیو بنایا کرو تو ایک لمحہ کے لئے

اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یاد کر لیا کرو ————— شاید ان کی یاد

متمہارے دل کی دبی چنگاری کو روشن کر دے اور عالم غیب سے آنے والی یہ صدا

متمہارے دل تک پہنچ جائے ————— کہنے والا کہہ رہا ہے ————— تم کیا

کر رہے ہو؟ ————— ارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل دکھا رہے ہو

ہائے تم کیا کر رہے ہو؟

تجھ سے مانگوں میں تجھی کو کہ سبھی کچھ مل جائے

سو سوالوں سے یہی ایک سوال اچھا ہے

اور ایران کا ایک شاعر بابا طاہر عرباں، زبان پہلوی میں کہتا ہے :

ہزاراں ملک دنیا گر بدارم ہزاراں ملک عقبے گر بدارم
بورہ نہ دلبرم تا ہاتہ و اثرم کبے دئے نہ آں را گر بدارم

” دنیا اور آخرت کے ہزاروں جہان میری نظر میں ہیچ ہیں، اے

محبوب ! اگر تو آئے تو پیار سے بتاؤں کہ تیری دید میسر نہ آئے تو

ان ہزاراں ہزار جہانوں کو لیکر میں کیا کروں ؟ “

چاہنے والے ثواب کو نہیں دیکھتے، دلِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام

کو دیکھتے ہیں ————— ان کا ہر عمل دلدارئی محبوب کے لئے ہے

————— یاد آیا ایک ایرانی، ایک مسلمان ہندوستانی شاعر مرزا قنیل (م ۱۲۴۰ھ/

۱۸۲۴ء) کا غائبانہ طور پر دلدارہ ہو گیا ————— ذوق و شوق میں جب ہندوستان

آیا اور شاعر سے ملنے اس کے گھر پہنچا تو وہ داڑھی مونڈ رہا تھا، ایرانی ہکا بکا

رہ گیا ————— پھر ان دونوں کے درمیان جو گفتگو ہوئی وہ دفترِ محبت کا

ایک روشن باب ہے ————— سنئے ! :-

ایرانی : آغا ریش می تراشی ؟

(جناب ! کیا آپ داڑھی مونڈ رہے ہیں ؟)

خدا نے علیم کافی ہے۔“

وقت آگیا ہے کہ ہم جرأت و ہمتِ مردانہ کے ساتھ آگے بڑھیں۔
اسی راہ پر چلیں جو رب العالمین اور رحمتِ تعالین نے ہمارے لئے متعین کر دی ہے۔
— ادھر ادھر نہ بھٹکیں — سیدھے چلتے چلے جائیں —

ایک ایک سنت کو زندہ کرتے چلے جائیں۔ سنو سنو! وہ کیا کہہ رہے ہیں۔

إِنَّ لِكُلِّ عَمَلٍ شِرَّةً وَلِكُلِّ شِرَّةٍ فَتْرَةٌ فَتْرَةٌ فَمَنْ

كَانَتْ فَتْرَتُهُ إِلَى سُنَّتِي فَقَدْ اهْتَدَى (المحدث) ۱۵

”ہر کام کا ایک شباب ہوتا ہے اور ہر شباب کا ایک انحطاط، تو جو

انحطاط کے وقت بھی میری سنت ہی کی طرف رہے تو ہدایت پائیگا،“

اور ایک اور خوشخبری سنو! :-

الْمُتَمَسِّكُ بِسُنَّتِي عِنْدَ فَسَادِ أُمَّتِي لَهُ أَجْرُ

مِائَةِ شَهِيدٍ ۱۶

”جو شخص امتِ مسلمہ میں گر پڑے وقت بھی میری سنت سے

چمٹا رہا تو اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا“

ثواب اپنی جگہ، سب سے بڑی سعادت تو خود اطاعت و بندگی ہے

عاشق کو ثواب سے کیا علاقہ؟ ۱۷

۱۵ احمد رضا خان : لمعة الضميمة ، ص ۴۶

۱۶ طبرانی کبیر : (بحوالہ ”دارھی قرآن و حدیث کی روشنی میں“، ص ۵۷)

فَلَا وَرَايَكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا
شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا
مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝

”تیرے رب کی قسم! لوگ مومن نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ حکم بنائیں
آپ کو ہر اس جھگڑے میں جو ان کے درمیان پھوٹ پڑا ہو، پھر آپ
جو فیصلہ کریں تو اس سے دل تنگی محسوس نہ کریں بلکہ دل و جان سے
تسلیم کر لیں (اور راضی برضا رسول رہیں)“

اور جس نے اللہ و رسول (علیہ التحیۃ والتسلیم) کی خوشنودی و رضا کو سامنے

رکھا تو اس کیلئے راحت ہی راحت ہے — سنو سنو! قرآن کیا کہہ رہا ہے :-

وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ

أَنعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَ

الشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا ۝

”جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کہا مانا تو وہ

ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا یعنی

نبیوں میں، صدیقوں میں، جانشانوں میں، نیکو کاروں میں —

اور یہ رفیق و ساتھی کتنے اچھے ہیں، یہ محض اللہ ہی کا فضل ہے اور

بزرگ : اِلٰی اَیْنَ ؟

(کہاں جا رہی ہو ؟)

ضعیفہ :- اِلٰی اللہ ! ۱۷

(اللہ تعالیٰ کے پاس)

بڑی بی نے کیسی عارفانہ اور عاقلانہ بات کہی ہے ——— بیشک
سفرِ زندگی کی ابتداء بھی وہی، انتہاء بھی ——— جب ابتداء و انتہاء وہی ہے
تو پھر عقل و دل دونوں کا تقاضا ہے کہ کوئی کام ایسا نہ کیا جائے جو اس کی رضا
کے خلاف ہو ——— ہر کام میں اس کی خوشنودی پیش نظر ہو ——— ابو حاتم
المدنی (رحمۃ اللہ علیہ) سے پوچھا :-

مَا مَالُکَ ؟

(آپ کی جمع پونجی کیا ہے ؟)

جواب دیا :- اَلرِّضَا عَنِ اللّٰهِ وَالْغِنٰی عَنِ النَّفْسِ ۱۸

(میری جمع پونجی کیا پوچھتے ہو) ”ہاں اللہ کی خوشنودی اور مخلوق سے

بے نیازی میری جمع پونجی ہے۔“

حقیقت یہ ہے کہ اللہ اور رسول (علیہ التحیۃ والتسلیم) کی رضا زندگی ایک

عظیم سرمایہ ہے ——— یہ نہیں تو کچھ نہیں ——— اس لئے اللہ تعالیٰ
نے قسم کھا کر فرمایا ہے :-

۱۷ علی جویری ، کشف المحجوب ، ص ۸۱

۱۸ ایضاً ، ص ۷۲

ہاں کہیں ایسا نہ ہو کہ جب ہم ان کو دیکھیں تو وہ ہم سے منہ پھیر لیں،
 اگر ایسا ہوا تو قیامت کا عالم ہوگا۔۔۔۔۔ حشر کا سماں ہوگا۔۔۔۔۔
 اور دل بہ زبان بے زبانی پکارے گا، اے محبوب! سب ٹھکراتے ہیں تو تیرے در پہ
 آتے ہیں، اب اگر تو نے بھی ٹھکرا دیا تو کہاں جائیں؟
 خدا نہ کرے کہ ایسی گھڑی آئے۔۔۔۔۔ تو پھرا بھی سے تیاری کر لو۔۔۔۔۔
 کل وہ تم کو دیکھیں گے۔۔۔۔۔ اپنے چہرے ایسے سنوارو کہ جب وہ
 دیکھیں تو خوش ہو کر یہ کہیں کہ تو تو ہمارا ہے۔۔۔۔۔ ہاں ۛ
 دنیا میں اور بھی کوئی تیرے سوا ہے کیا؟

ہاں جس طرف سے ہم آ رہے ہیں، جانا وہیں ہے۔۔۔۔۔ دانا بنی
 یہ ہے کہ چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے، منزل کو سامنے رکھو۔۔۔۔۔ ایک دم غافل
 نہ ہو۔۔۔۔۔ اللہ اللہ! ایک ضعیفہ وہ سبق دے گئی کہ رہتی دنیا تک یاد رہے گا
 سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک بزرگ بیت المقدس
 سے مصر جا رہے تھے۔۔۔۔۔ راستے میں دور سے ایک مسافر آتا ہوا نظر آیا
 قریب آنے پر معلوم ہوا کہ وہ ایک پردہ نشین ضعیفہ ہے۔۔۔۔۔
 دونوں کے درمیان جو سوال و جواب ہوئے، ذرا غور سے سنو! :-

بزرگ : مِنْ اَیْنِ؟

(بڑی بی! کہاں سے آرہی ہو؟)

ضعیفہ : مِنْ اللّٰہِ!

(اللہ کے پاس سے،)

۱۳

دیا میں کتنے دن رہنا ہے — آخر اُسی کے سامنے جانا ہے
 — تو جب جان نکلے گی اور جانے والا وہاں جائے گا، زندگی بھر جس کے
 خیال سے دل لرزتا رہا — اٹھانے والے اٹھائیں گے، بھنجوڑنے والے
 بھنجوڑیں گے اور پوچھنے والے پوچھیں گے :-

مَنْ شَرُّ بَلَدٍ ؟

”تیرا پروردگار کون ہے؟“

مَا دِيْنُكَ ؟

”تیرا مذہب کیا ہے؟“

مَا تَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الرَّجُلِ الَّذِيْ بُعِثَ فِيْكُمْ ؟

”اس شخص کے بارے میں کیا کہتا ہے جو تم میں (تمہاری ہدایت کیلئے) بھیجا گیا؟“

ذرا دیکھو تو سہی، یہ کون ہیں؟ — ہاں وہ سامنے ہونگے —

دل مچل رہا ہوگا — آنکھیں ندامت سے جھکی ہوں گی — نظریں اٹھائیں

تو کیونکر اٹھائیں! — ان کو دیکھیں تو کیونکر دیکھیں — وہ منہ ہی نہیں

جوان کو دکھائیں — عجیب کشمکش کا عالم ہوگا ع

منہ چھپائے نہ بنے، سامنے آئے نہ بنے

- (۱) لَيْسَ مِنَّا مَنْ عَمِلَ بِسُنَّةِ غَيْرِنَا ۞
 ”وہ ہم میں سے نہیں جو ہمارے دشمن کی چال پر چلتا ہے“
- (ب) مَنْ لَمْ يَعْمَلْ بِسُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي ۞
 ”جس نے میری سنت پر عمل نہ کیا وہ میرا نہیں“
- (ج) مَنْ تَرَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي ۞
 ”جس نے میری سنت سے گریز کیا وہ میرا نہیں“
- (د) مَنْ خَالَفَ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي ۞
 ”جس نے میری سنت کی مخالفت کی وہ میرا نہیں“
- (هـ) مَنْ أَخَذَ بِسُنَّتِي فَهُوَ مِنِّي وَمَنْ سَاغَبَ عَنْ سُنَّتِي
 فَلَيْسَ مِنِّي ۞
 ”جس نے میری چال کو اپنا لیا وہ میرا ہے اور جس نے گریز کیا وہ میرا نہیں“

۱۱۱۱۱۱۱۱ : ص ۴۶

۱۱۱۱۱۱۱۱ : ص ۱۳۴

۱۱۱۱۱۱۱۱ : ج ۲ ، ص ۶۹

۱۱۱۱۱۱۱۱ : ص ۴۶

۱۱۱۱۱۱۱۱ : ص ۴۶

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دی — اور جس نے آپ کو تکلیف دی
اس نے خدا کو تکلیف دی — خود فرما رہے ہیں :-

مَنْ أَذَانِي فَقَدْ أَذَى اللَّهَ ۝

”جس نے مجھے تکلیف پہنچائی، بے شک اس نے اللہ کو تکلیف

پہنچائی، اسی لئے قرآن کہہ رہا ہے :-

مَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَى
وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى
وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ۝

”راہ ہدایت روشن ہونے کے بعد جو شخص رسول کی مخالفت کرے

اور اس راہ پر چلے جو مسلمانوں کی راہ ہے ہی نہیں تو جہنم اس نے

رخ کیا ہے ہم ادھر ہی اس کا رخ رکھیں گے اور اس کو جہنم میں

ڈالیں گے اور یہ (جہنم) بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔“

جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو ٹالا، حضور صلی اللہ علیہ

وسلم نے اس سے اپنی بے تعلقی کا اظہار فرمایا — ذرا غور تو کرو جو ان کے

در سے نکالا گیا پھر اس کے لئے کہاں جائے پناہ! — سنو سنو!

وہ کیا فرما رہے ہیں :-

۱۔ محمد زکریا : دارِ حق کی شرعی اہمیت ، (مطبوعہ کراچی) ، ص ۳۰

۲۔ القرآن الحکیم ، سورۃ النصار ، ۱۱۵

اعتبار سے ایک عمل کو فرض اور ایک کو واجب کہا جاسکتا ہے مگر معنوی اعتبار سے دونوں کی اہمیت مسلم ہے۔۔۔۔۔ غور کیجئے تو معلوم ہوتا ہے کہ سنت ہی سے گزر کر فرض فرض ہوتا ہے اور واجب واجب۔۔۔۔۔ تو کسی عمل کا مسنون ہونا کوئی معمولی بات نہیں۔۔۔۔۔ نہ نگاہ محبت میں اور نہ نگاہ شریعت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال و اقوال کی اہمیت کو آپ کے رنگ طبع سے معلوم کرنا چاہئے۔۔۔۔۔ ہمیں چاہئے کہ فقہی مویشکافیوں کے بجائے صرف اور صرف آپ کی طبعی روش پر نظر رکھیں اور اسی روش پر چسنے کی پوری پوری کوشش کریں۔۔۔۔۔ یہ معلوم کرنا عاشق کا کام نہیں کہ فلاں عمل فرض ہے یا واجب یا سنت۔۔۔۔۔ اس کو تو صرف یہ جانتا ہے کہ محبوب رب العالمین نے یہ عمل کیا یا نہیں۔۔۔۔۔ اگر کیا ہے تو بیشک وہ عمل کئے جانے ہی کے قابل ہے۔۔۔۔۔ اگر نہ کیا گیا تو ذلت و رسوائی کے سوا کچھ حاصل نہیں۔۔۔۔۔ خود سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں :-

جُعِلَ الذُّلُّ وَالصِّغَارُ عَلَى مَنْ خَالَفَ

أَمْرِي لَهُ

” جس نے میرے حکم کی خلاف ورزی کی اللہ کی طرف سے

اس پر ذلت و رسوائی مسلط کر دی گئی “

اور یہ ذلت و خواری کیوں مسلط کی گئی؟۔۔۔۔۔ اس لئے کہ اس نے

عرب سے اسلام کی ساکھ نہیں بلکہ اسلام سے عرب کی ساکھ قائم ہے
 — پس اہل عرب کو اسلام کے معیار پر جانچو نہ کہ اسلام کو اہل عرب کے معیار
 پر۔ — بُرے سے بُرے کام کو بے چون و چرا کر لیا جاتا ہے اور جس نیک کام
 کو دل نہ چاہے تو اس میں ہزار مین میخ نکالی جاتی ہیں — یہ معقول بات نہیں
 — معقول بات یہ ہے کہ جب ہم کوئی کام کریں تو عقل و دل دونوں کو
 گواہ بنالیں۔

داڑھی منڈانا جرمِ شریعت ہی نہیں، جرمِ محبت بھی ہے — یہ
 کوئی معمولی بات نہیں — بہت بڑی بات ہے — ہمارے
 بزرگوں اور عزیزوں کو اس طرف توجہ دینی چاہئے اور اس جراتِ رندانہ سے کام
 لینا چاہئے جو عشقِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا حاصل ہے — بے شک
 محبت کی آگ سینوں میں دبی ہے — ہزاروں چہرے سنتِ رسول سے
 مزین ہونے کے لئے ترس رہے ہیں — ہزاروں کلیاں، کھٹنے کیلئے
 تڑپ رہی ہیں — ہزاروں پھول مہکنے کے لئے بیقرار ہیں —
 اے عزیزو اور اے بزرگو! نسیمِ سحری بن جاؤ اور اپنے جان و تن سے گزر کر
 سارے عالم میں پھیل جاؤ —

بعض حضرات داڑھی کو بہت ہلکا جانتے ہوئے کہتے ہیں کہ سنت ہی تو
 ہے — مگر یہ سنت، واجب کا درجہ رکھتی ہے — فرض اور واجب
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ عمل ہے جو آپ نے مسلسل کیا اور کبھی ترک نہ فرمایا، فرض
 کا ثبوت قرآن سے ملتا ہے اور واجب کا ثبوت حدیث سے — ظاہری

داڑھی کے معاملے میں بعض حضرات رواج کی پیروی کرنا چاہتے ہیں مگر فطرت
بلند رواج کی مقلد نہیں۔۔۔۔۔ اسلام رواج کا خالق ہے۔۔۔۔۔ مسلمانوں
کی بھی یہی شان ہونی چاہئے کہ وہ اچھے اچھے رواجوں کو جنم دیں ع
ایام کا مرکب نہیں، راکب ہے قلندر

رواج کی پیروی تو لپیٹ سہمت کرتے ہیں۔۔۔۔۔ بلند سہمت نہیں کرتے
بلند سہمت، بلند سمیتوں کی پیروی کرتے ہیں اور اپنی بلند سہمتی کی ساکھ
قائم رکھتے ہیں۔۔۔۔۔

بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ اہل عرب بھی تو داڑھی منڈااتے ہیں
لیکن کوئی نامعقول بات کسی معقول انسان کے کرنے سے معقول نہیں
ہو جاتی۔۔۔۔۔ اگر ایسا ہوتا تو جھوٹ سچ کی جگہ لے لیتا اور ریا، اخلاص
کی جگہ لے لیتی کیونکہ دنیا کے بہت سے معقول اور مہذب انسان جھوٹ بولتے
ہیں اور ریا کی خاطر کام کرتے ہیں۔۔۔۔۔ رہا اہل عرب کا معاملہ تو ان کی
ہیبت و شوکت اور عزت و حرمت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے
دم قدم سے ہے۔۔۔۔۔ اقبال نے خوب کہا ہے ع
محمد عربی سے ہے عالم

مَا خَذَ مِنْكَ

صَلَوَاتُكَ عَلَيَّ يَا رَبِّ
 يَا سَيِّدَ السَّالِكِينَ جِئْتُكَ قَاصِدًا
 اَجْعَلْ رِضَاكَ وَرَحْمَتَكَ بِحَبْلِكَ
 اَنْتَ الَّذِي لَوْلَاكَ مَا خَلَقَ امْرُؤٌ
 كَلَّا وَلَا خَلَقَ الْوَرْدَ لَوْلَاكَ
 اَنَا طَائِعٌ بِالْجُودِ مِنْكَ وَلَمْ يَكُنْ
 لِي خَنْفٌ فِي الْاَنَا مَسْئُوكٌ
 صَلَوَاتُكَ عَلَيَّ يَا رَبِّ اَصْحِيكَ وَسَلَامٌ لِيْ اَبَدًا

ماخذ و مراجع

- ابن حجر عسقلانی ، ابوالفضل شہاب الدین احمد بن علی (م ۸۵۲ھ) : فتح الباری
 ابن سعد ، الطبقات الکبریٰ (مطبوعہ بیروت)
 ابن ماجہ قزوینی ، امام عبداللہ محمد بن یزید ربیع (م ۲۴۳ھ) : سنن ابن ماجہ
 ابن نجیم مصری ، زین العابدین بن ابراہیم بن محمد (م ۹۷۰ھ) : البحر الرائق
 ابن ہمام سیواسی ، کمال الدین محمد بن عبدالواحد (م ۸۶۱ھ) : فتح القدیر (مطبوعہ مصر)
 ابوالحسن علی بن ابوبکر بن عبدالحلیل : الہدایہ
 احمد بن حنبل ، امام (م ۲۴۱ھ) : المسند
 احمد رضا خاں بریلوی ، مولانا : لمعة الضحیٰ فی اعفار الخ (۱۳۱۵ھ) ، (مطبوعہ لاہور)
 باباطاہ عربی (متوفی پانچویں صدی ہجری) : دوہتی (مطبوعہ کراچی ۱۹۷۴ء)
 بزرگ بن شہریار : عجائب الہند ، (مطبوعہ لیڈن ۱۸۸۶ء)
 الباری ، محمد بن محمود ، اکمل الدین (م ۷۸۶ھ) : شرح العنایہ علی الہدایہ
 البخاری ، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل (م ۲۵۶ھ) : صحیح البخاری ، (مطبوعہ کراچی)
 البیہقی ، ابوبکر احمد بن حسین بن علی (م ۴۵۸ھ) : شعب الایمان
 الترمذی ، الامام الحافظ محمد بن عیسیٰ (م ۲۷۹ھ) : الجامع الصحیح

- الجبستانی ، ابوداؤد بن سلیمان اشعث (م ۲۷۵ھ) : ابوداؤد
- سلامت اللہ شاہ رامپوری ، مولانا : احکام الملة الحق في تفسير قاطع المجيب ، (مطبوعہ لاہور)
- الشیبانی ، امام ابو عبد اللہ محمد بن حسین (م ۱۸۹ھ) : کتاب الآثار
- الطبرانی ، ابوالقاسم سلیمان بن احمد (م ۳۲۰ھ) : معجم کبیر
- الطحاوی ، ابو جعفر احمد محمد الحنفی (م ۳۲۱ھ) : شرح معانی الآثار
- ظاہر شاہ میاں ، مولانا : دارھی قرآن وحدیث کی روشنی میں ، (مطبوعہ پشاور)
- عبدالحق محدث دہلوی ، شیخ (م ۱۰۵۲ھ) : لمعات شرح مشکوٰۃ
- عبدالقیوم ندوی ، مولانا : خطبات نبوی ، (مطبوعہ لاہور)
- عبداللہ بن محمد الحسینی ، سید جمال الدین : شرح العباب
- علی قاری ، ملا : مرقاۃ شرح مشکوٰۃ
- علی زادہ ، سید : شرح شرعۃ الاسلام
- علی جویری ، سید : کشف المحجوب ، (مطبوعہ لاہور ۱۹۲۳ء)
- عباس بن موسیٰ ، قاضی : کتاب الشفاء بتقریب حقوق المصطفیٰ ، (مطبوعہ قاہرہ)
- العینی ، بدر الدین ابو محمد محمد بن احمد (م ۸۵۵ھ) : شرح صحیح البخاری
- الفرغانی ، ابوالحسن علی بن ابوبکر بن عبد الجلیل (م ۵۹۳ھ) : البدایہ شرح البدایہ
- القرشی ، عبدالقادر محمد : شرح معانی الآثار
- القسطلانی ، شہاب الدین احمد بن محمد خطیب شافعی (م ۹۲۳ھ) : شرح البخاری
- القشیری ، ابوالحسن عساکر الدین مسلم بن حجاج (م ۲۶۱ھ) : صحیح مسلم ، (مطبوعہ کراچی)
- ماک بن انس ، امام ابو عبد اللہ (م ۱۷۹ھ) : مؤطا ، (مطبوعہ دہلی)

- محمد بن محمد غزالی ، امام ابو حامد (م ۵۰۵ھ) : احیاء علوم الدین
 محمد امیر شاہ گیلانی : انوار غوثیہ (شرح شامل محمدی للامام ابی عیسیٰ الترمذی) (مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء)
 محمد زکریا ، مولانا : دارحی کی شرعی اہمیت ، (مطبوعہ کراچی)
 محمد علاؤ الدین الحنفی الحکفی (م ۱۰۸۸ھ) : درالمختار فی شرح تنویر الابصار
 محمد فیض احمد اویسی ، ابوصالح مولانا : نصرۃ اللہم فی سبلۃ المسلم ، (مطبوعہ لاہور)
 محی الدین عبدالقادر ، شیخ : الغنیۃ لطالبی طریق الحق ، (مطبوعہ قاہرہ)
 مسعود علی ندوی : ہندوستان عربوں کی نظر میں ، (مطبوعہ عظیم گڈھ ۱۹۶۰ء)
 میروٹی ، مولانا : دارحی کی قدر و قیمت ، (مطبوعہ میرٹھ ۱۳۵۸ھ)
 النسائی ، الحافظ احمد بن علی (م ۳۰۳ھ) : سنن نسائی ، (مطبوعہ کراچی)
 ہنز کریوز ، ڈاکٹر : دی فائڈیشن آف انٹرنیشنل اسلامک جیورس پڑڈنس (مطبوعہ کراچی)

آلہ
 خلیفہ
 جلالہ

اختِ مِیّت

دارِ مِیّت غارِ رُوحِ حیات، ارشادِ خالقِ حیات اور آرزوئے جمالِ حیات ہے۔۔۔۔۔ اس کے بننے، بگڑنے کی تاریخ غالباً اتنی ہی پرانی ہے جتنی انسانی تاریخ۔۔۔۔۔ مگر جس کثرت سے گزشتہ اور موجودہ صدیوں میں بگاڑ پیدا ہوا ہے، شاید ہی تاریخ کے کسی دور میں ہوا ہو۔۔۔۔۔ اس کے بہت سے تہذیبی، تمدنی، سیاسی معاشی اور تاریخی عوامل ہیں۔۔۔۔۔ اس صورتِ حال نے دردمندوں کو ہشیار کیا اور انہوں نے مختلف مضامین و رسائل لکھ کر مسلمانوں کو اس کی اہمیت سے آگاہ کیا۔۔۔۔۔ ان رسائل میں مندرجہ ذیل قابلِ ذکر ہیں :-

- ۱۔ مجموعۃ الفتاویٰ فی تفسیق من بحلق اللہ عنہ اویقظ عن القبضہ
- ۲۔ التصریح المنقذ فی احکام اعفار اللہ
- ۳۔ ہدایۃ اولی النہی فی تحقیق مسئلۃ اللہ
- ۴۔ لمعة الضحیٰ فی اعفار اللہ (مولانا احمد رضا خاں بریلوی)
- ۵۔ احکام الملۃ الحقہ فی تفسیق قاطع الحجیہ (شاہ سلامت اللہ رام پوری)
- ۶۔ احکام الحجی فی احکام اللہ (شاہ سلامت اللہ رام پوری)
- ۷۔ دارِ مِیّت کی قدر و قیمت (مولانا میروٹی)
- ۸۔ اصلاح الرسوم (مولانا اشرف علی تھانوی)

- ۹۔ داڑھی کی قدر افزا اقدار (مولانا عاشق الہی میرٹھی)
۱۰۔ فلسفہ داڑھی (مولانا حسین احمد)
۱۱۔ داڑھی اور سنتِ انبیاء (مولانا سعید احمد پالن پوری)
۱۲۔ داڑھی کی شرعی حیثیت (قاری محمد طیب دیوبندی)
۱۳۔ داڑھی کی شرعی اہمیت (مولانا محمد زکریا)
۱۴۔ داڑھی قرآن و حدیث کی روشنی میں (مولانا طاہر شاہ سواتی)
۱۵۔ نصرۃ الملہم فی سبۃ المسلم (مولانا محمد فیض احمد اویسی)
۱۶۔ الحجۃ فی مسئلۃ اللجیہ (مولانا زبیر ابوالحسن فاروقی)

مندرجہ بالا رسائل میں سے چند رسائل فقیر کی نظر سے گزرے ، بالعموم رسائل کا انداز فقہانہ اور عالمانہ ہے ، عارفانہ انداز نظر نہ آیا ، اصلاح حال کئے لئے عارفانہ انداز تفہیم زیادہ مؤثر اور مفید ثابت ہو سکتا ہے ————— دلوں کا حال یہ ہے کہ اب ڈرانے سے کوئی نہیں ڈرتا ————— شریعت کی وعیدیں سن سن کر طبیعت میں نرمی کے بجائے سختی پیدا ہونے لگی ، اس لئے فقیر نے یہی مناسب سمجھا کہ رب العالمین کی وہی بات سنائی جائے جس میں لبوبیت کی شانِ شفقت نظر آتی ہو اور رحمۃ للعالمین کی وہی بات بتائی جائے جس میں شانِ رحمت کی جھلک ہو اور وہ انداز اختیار کیا جائے جس سے دلوں میں رغبت پیدا ہو ، جس میں جلال پر جمال غالب ہو ————— اللہ تعالیٰ فقیر کی اس کوشش کو قبول فرما کر دلوں کو سنتِ رسول (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کی طرف پھیر دے اور پھر معاشرے میں وہ سماں بندھ جائے کہ دیکھ دیکھ کر دور نبوی کی یاد تازہ ہو جائے ، آمین بجاہ سید المرسلین رحمۃ للعالمین (صلی اللہ علیہ وسلم)۔

اس مقالے کی ترتیب و تدوین میں مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری (جامعہ نظامیہ لاہور)، مولانا ابوالخیر محمد زبیر (رکن الاسلام جامعہ مجددیہ، حیدرآباد، سندھ)، مولانا حافظ عبد الستار صاحب (لاہور) اور دوسرے بہت سے احباب نے تعاون کیا، فقیر ان سب کا تہ دل سے ممنون ہے۔

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ
پریس گورنمنٹ سائنس کالج
سکرند (ضلع نوابشاہ، سندھ)

۲۶ ذی الحجہ ۱۳۹۹ھ

۱۷ نومبر ۱۹۷۹ء







